هٰذا بلاغٌ لِلنّاس

جامعہ دار العلوم کراچی کا ترجمان

ماہنامہ

البلاغ

رجب المرجب ۱۴۳۰ھ / جولائی ۲۰۰۹ء
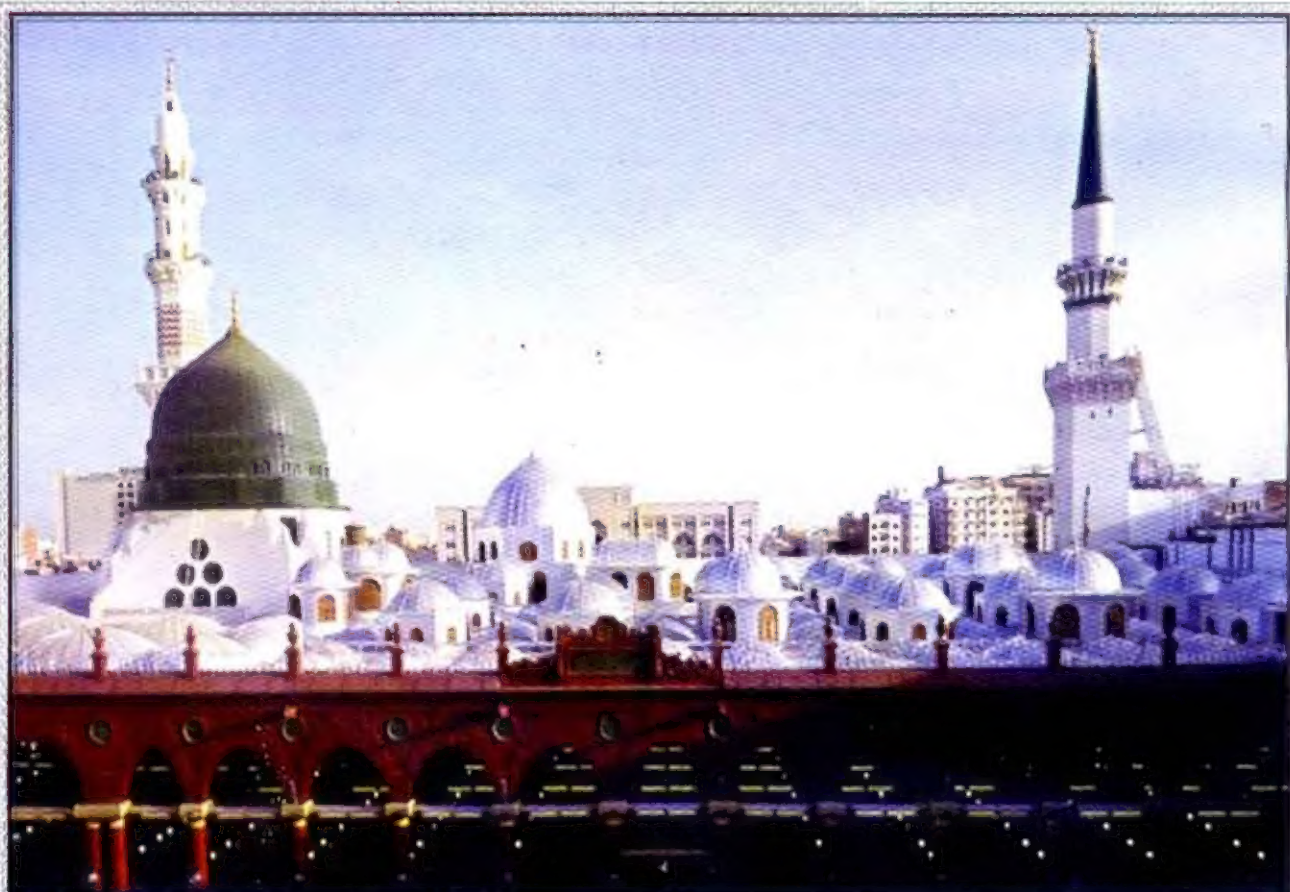
بانی: مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہٗ

هٰذَا بَلَاغٌ لِلنَّاسِ

جامعہ دارالعلوم کراچی کا ترجمان

فی شمارہ .... ۲۵/- روپے
سالانہ .... ۲۵۰/- روپے
بذریعہ رجسٹری .... ۳۷۰/- روپے

سالانہ بدل اشتراک
بیرون ممالک

امریکہ' آسٹریلیا' افریقہ اور
یورپی ممالک .... ۳۵ ڈالر
سعودی عرب' انڈیا اور
متحدہ عرب امارات .... ۲۷ ڈالر
ایران' بنگلہ دیش .... ۲۵ ڈالر

خط و کتابت کا پتہ

ماہنامہ ''البلاغ'' جامعہ دارالعلوم کراچی
کورنگی انڈسٹریل ایریا
کراچی ۷۵۱۸۰

بینک اکاؤنٹ نمبر

میزان بینک لمیٹڈ
کورنگی انڈسٹریل ایریا برانچ
اکاؤنٹ نمبر: 0109-036-153

فون: ۵۰۴۳۴۹۹
۵۰۴۹۷۷۴

Email Address
darulolumkhi@hotmail.com
Www.jamiadarululoomkhi.edu.pk

کمپوزنگ

ایس۔ بی۔ ایس انٹرپرائز کراچی

پبلشر محمد تقی عثمانی

پرنٹر القادر پرنٹنگ پریس کراچی

مولانا عزیز الرحمٰن صاحب
استاذ جامعہ دار العلوم کراچی

ملک میں المناک قتل وغارت گری اور علماء کی شہادتیں

حمد وستائش اس ذات کے لئے ہے جس نے اس کارخانۂ عالم کو وجود بخشا

اور

درود وسلام اس کے آخری پیغمبرؐ پر جنہوں نے دنیا میں حق کا بول بالا کیا

بروز جمعہ ۱۸/جمادی الثانیہ ۱۴۳۰ھ، (۱۲/جون ۲۰۰۹ء) جامعہ نعیمیہ لاہور کے مہتمم، تنظیم المدارس کے ناظم اعلیٰ ڈاکٹر سرفراز احمد نعیمیؒ کو دیگر چھ حضرات کے ساتھ اس وقت خودکش حملے کا نشانہ بنایا گیا جب وہ نماز جمعہ کے بعد اپنے دفتر میں اپنے احباب اور متعلقین کے ساتھ گفتگو میں مشغول تھے، حملے میں عمارت کو بھی شدید نقصان پہنچا اور جان بحق ہونے والوں کے علاوہ تقریباً بتیس کے قریب دیگر افراد بھی زخمی ہوئے۔

سرفراز نعیمی صاحبؒ مختلف مکاتب فکر کی نمائندہ تنظیم ''اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ'' کے بھی ناظم اعلیٰ تھے، سادہ طرز زندگی، علمی لگن اور سیاسی بصیرت کی وجہ سے عقیدت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے، موصوف وقتاً فوقتاً پاکستانی علاقوں میں اُن امریکی ڈرون حملوں پر سخت احتجاج کرتے رہتے تھے جن کی وجہ سے صوبہ سرحد کے مختلف علاقوں میں بے گناہ مسلمان لقمہ اجل بن رہے ہیں اب تک کے واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان جارحانہ حملوں میں ہلاک ہونے والوں کی بڑی تعداد بچوں، عورتوں اور عمر رسیدہ افراد کی ہوتی ہے، موصوف بے گناہوں کے خلاف ہونے والے خودکش حملوں کی مذمت میں بھی پیش پیش تھے۔

اس واقعے سے ایک دن پہلے، جمعرات ۱۷/جمادی الثانیہ/ ۱۱ جون کو بھی ایک المناک واقعہ پیش

آیا کہ صوبہ سرحد کے نامور اور محقق عالم دین مولانا محمد امین صاحب اور ان کے دیگر متعلقین کو (شاھوخیل، ضلع ھنگو میں واقع مرحوم کے مکان اور مدرسہ پر) پاکستانی جیٹ جہازوں نے بمباری کر کے شہید کر دیا، مولانا محمد امین صاحب اس صوبے میں اپنی علمی ساکھ اور دعوت دین کے مبارک کاموں میں سرگرم رہنے کی عمدہ شہرت رکھتے تھے وہ محدث عصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ رشید اور اپنے مدرسے کے شیخ الحدیث تھے۔ ان کا مدرسہ علاقے میں تعلیمی معیار اور اچھے نظم و نسق کیلئے مشہور تھا، ہماری معلومات کے مطابق کسی تنظیم سے ان کی کوئی وابستگی بھی نہیں تھی، وہ علاقے میں ہر طرح کے لوگوں کیلئے مرجعیت کا مقام رکھتے تھے، اس بمباری سے مسجد کو بھی شہید کیا گیا اور ملحقہ مدرسہ کے علاوہ زرگری کے مقام پر ایک دوسرے مدرسہ کو بھی نشانہ بنایا گیا ——— اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

ان جارحانہ واقعات پر وسیع علاقے میں غم و غصے کی لہر دوڑ گئی اور مقامی لوگوں نے اس ظالمانہ کارروائی پر احتجاج کیا۔

ڈاکٹر سرفراز نعیمیؒ نے دینی علوم کے ساتھ عصری تعلیم میں بھی ایل ایل بی، ایم اے اور پی ایچ ڈی کی بلند سطح تک یونیورسٹی سے استفادہ کیا تھا، موصوف مفتی محمد حسین نعیمی کے صاحبزادے تھے جن کا تعلق مراد آباد سے تھا وہاں سے ہجرت کر کے موصوف لاہور آ گئے تھے جہاں انہوں نے گڑھی شاہو میں جامعہ نعیمیہ کی بنیاد رکھی، مولانا محمد حسین نعیمی علمی شخصیت کے حامل تھے موصوف نے پاکستان میں نفاذ اسلام اور تحریک ختم نبوت کی دینی تحریکات میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کی تھیں، ڈاکٹر سرفراز صاحب بھی اپنے والد کی طرح خلاف اسلام اقدامات پر اپنی بیقراری کا کھل کر اظہار کرتے تھے، پرویز مشرف کے دور میں توہین رسالت کے قانون کے بدلنے کی مکروہ کوشش، افغانستان اور عراق کے خلاف امریکی جارحیت اور یورپ کے اخبارات میں توہین آمیز خاکوں کی دل آزار اشاعت پر موصوف نے کھل کر مذمت کا اظہار کیا، اُن پر فرقہ وارانہ عصبیت کی چھاپ نہیں تھی، وہ ان لوگوں میں سے نہیں تھے جو اپنی کم علمی اور تنگ نظری کے خول میں بند ہو کر عوام کو اسلام کے آفاقی اقدار اور ہمہ گیر تعلیمات کے جادۂ حق اور راہ سنت پر چلانے کے بجائے، اپنی کم مائیگی اور بے بصیرتی سے بے اصل رسومات اور جاہلانہ خیالات کے تاریک کوچوں میں چلاتے ہوں۔

جب سے امریکہ افغانستان میں آیا ہے، پاکستان کے مدارس و مساجد اور علماء و مشائخ دہشت گردی

اور خوفناک جارحیت کا نشانہ بن رہے ہیں اور آئے دن ایک سے ایک سانحہ قومی سطح پر شدید صدمہ لے کر آتا ہے، پچھلے دنوں امریکی صدر اوباما نے قاہرہ میں اپنی ایک تقریر میں گو اسلام اور عالم اسلام کے ساتھ اپنی قربت کا اظہار کیا ہے، لیکن امریکی قوم، فوج، تھنک ٹینکس، میڈیا اور یہودی لابی نے سویت یونین کے زوال کے بعد پوری امت مسلمہ کو اپنی جارحیت کا نشانہ بنا رکھا ہے: عراق، افغانستان کے بعد اب پاکستان کے عوام بھی اس جارحیت کے زخموں سے نڈھال ہیں، افغانستان اور عراق میں لاکھوں افراد امریکی قیادت میں عالمی دہشت گردی کے بھینٹ چڑھ چکے ہیں، جبکہ پاکستان میں بھی ڈرون حملوں کی تباہ کاری مسلسل جاری ہے خود امریکہ میں بھی، آنے جانے والے بتلاتے ہیں کہ اسلامی تشخص یا اسلامی نام رکھنے والے ہر مسافر کو امیگریشن سے ہی چھبتی نگاہوں اور ناشائستہ رویے کا سامنا ہونے لگتا ہے، اس طرز عمل سے اس شدید نفرت کی غمازی ہوتی ہے جو امریکیوں کے سینوں میں مسلمانوں کے خلاف ایک لاوے کی طرح ابل ابل رہی ہے۔ وما تخفی صدورهم اکبر

ایسے میں اوباما یا امریکی انتظامیہ کے کسی دوسرے عہدیدار کا امت مسلمہ کے ساتھ قربت کا اظہار تمسخر کے سوا کیا حیثیت رکھتا ہے۔

موصوف کی شہادت کو دشمن قوتوں نے فرقہ وارانہ منافرت کی راہ پر ڈالنے کی کوشش کی لیکن اللہ کے فضل وکرم سے یہ سازش کامیاب نہ ہوسکی، تاہم جن حالات سے یہ ملک گزر رہا ہے، ان کو دیکھتے ہوئے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے کہ دشمنوں نے عراق اور افغانستان کو تباہ کرنے کے بعد اب اس وطن عزیز کو اپنا ہدف بنالیا ہے اور وہ ہر امکانی حربہ استعمال کر کے اپنے پنجے گاڑنا چاہتے ہیں، ان کو اپنے بے پناہ وسائل کی وجہ سے اندرون ملک بھی سرکاری اور غیر سرکاری ہر سطح پر بڑی تعداد میں ضمیر فروش دستیاب ہیں ملکی سطح پر غلط فیصلوں، بیرونی دباؤ قتل و غارت گری کے المناک واقعات کی وجہ سے آج یہ ملک تباہ کن سیاسی، معاشی، فکری اور عسکری بحران سے لرز رہا ہے۔

سرکاری رپورٹوں اور دعووں کے مطابق ملک کے وہ حصے جہاں حکومت کی عملداری ختم ہوگئی تھی وہاں بڑی تعداد میں باہر سے اسلحہ اور سرمایہ آ تا رہا ہے لیکن اس کے خلاف یہ ناقابل فہم حکمت عملی اختیار کی گئی کہ ۳۵ لاکھ سے زیادہ لوگوں کو سنگدلی اور بے رحمی کے ساتھ گھروں سے نکالا گیا، آپریشن کیلئے توپ خانے سے

لے کر جنگی جہاز استعمال کئے جا رہے ہیں اور آپریشن کا دائرہ مزید علاقوں تک بڑھایا جا رہا ہے، بے گھر ہونے والوں کی بڑی تعداد مناسب خوراک اور علاج معالجے کی ضروری سہولتوں سے محروم، جگہ جگہ کیمپوں میں یا لوگوں کے گھروں میں کسمپرسی بے بسی اور بے یقینی کے شب و روز گزار رہے ہیں۔

دوسال قبل شیخ الحدیث مولانا حسن جان رحمہ اللہ تعالیٰ کی شہادت کا واقعہ ہو، ڈاکٹر سرفراز احمد صاحبؒ کی المناک جدائی ہو، مولانا محمد امین صاحبؒ اور ان کے مدرسہ، طلبہ اور متعلقین کے خلاف تباہ کن بمباری سے واقع ہونے والی المناک شہادتیں ہوں، مساجد، مدارس، آباد شہروں، پر رونق بستیوں، اور جنت نظیر باغات کی بربادی ہو، ملک میں آئے دن کے فرقہ وارانہ فسادات ہوں یا لسانی اور علاقائی تعصبات، یہ سب فتنے عذاب الٰہی کی مختلف شکلیں ہیں جن کا خمیازہ ہم آج اپنے اجتماعی گناہوں کی وجہ سے بھگت رہے ہیں۔

یہ ملک جس نظریہ کے تحت حاصل کیا گیا تھا وہ اکھاڑ پچھاڑ اور مفاد پرستی کے دلدل میں نگاہوں سے اوجھل کر دیا گیا ہے، عدل و انصاف، اور امانت و دیانت کی جگہ ناانصافی اور خیانت کا دور دورہ ہے، خدمت و محنت پر مفاد پرستی اور آرام طلبی غالب آگئی ہے، علم و آگہی کے اداروں میں آوارگی اور جہالت کی فضاء ہے، بالائی طبقے میں قومی وملی غیرت وحمیت کا فقدان ہے، فکر آخرت اور ملی تشخص کی جگہ دنیا پرستی اور نقالی میں مقابلہ ہے اور ہر طرف معاصی و منکرات کے جھکڑ چل رہے ہیں جن سے ٹھنڈی ہوا کی توقع کرنا اتنا ہی عبث ہے جتنا جھاؤ کے درخت سے انار اتار لینا ؎

گندم از گندم بروید جو زِجوز
از مکافات عمل غافل مشو

مولائے کریم ملک کے طول وعرض میں جان بحق ہونے والے مظلوم علمائے کرام اور بے گناہ مسلمانوں کو اپنے جوار رحمت سے نوازے اور ان مرحومین کی قربانیوں کو ملک کیلئے امن وسلامتی اور دین وملت کیلئے سرفرازی وسربلندی کا ذریعہ بنائے۔ آمین۔

العبد
[signature]
۵ رجب ۱۴۳۰ھ

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

معارف القرآن

بدلے کا دن

سورۃ القارعہ ......☆......آیت نمبر:۱ تا۱۱......

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡقَارِعَۃُ ﴿۱﴾ مَا الۡقَارِعَۃُ ﴿۲﴾ وَمَاۤ اَدۡرٰىکَ مَا الۡقَارِعَۃُ ﴿۳﴾ یَوۡمَ یَکُوۡنُ النَّاسُ کَالۡفَرَاشِ الۡمَبۡثُوۡثِ ﴿۴﴾ وَتَکُوۡنُ الۡجِبَالُ کَالۡعِہۡنِ الۡمَنۡفُوۡشِ ﴿۵﴾ فَاَمَّا مَنۡ ثَقُلَتۡ مَوَازِیۡنُہٗ ﴿۶﴾ فَہُوَ فِیۡ عِیۡشَۃٍ رَّاضِیَۃٍ ﴿۷﴾ وَاَمَّا مَنۡ خَفَّتۡ مَوَازِیۡنُہٗ ﴿۸﴾ فَاُمُّہٗ ہَاوِیَۃٌ ﴿۹﴾ وَمَاۤ اَدۡرٰىکَ مَاہِیَہۡ ﴿۱۰﴾ نَارٌ حَامِیَۃٌ ﴿۱۱﴾

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

وہ کھڑکھڑا ڈالنے والی، کیا ہے وہ کھڑکھڑا ڈالنے والی، اور تو کیا سمجھا کیا ہے وہ کھڑکھڑا ڈالنے والی جس دن ہویں لوگ جیسے پتنگے بکھرے ہوئے، اور ہوویں پہاڑ جیسے رنگی ہوئی اُون دُھنی ہوئی سو جس کی بھاری ہوئیں تولیں تو وہ رہے گا من مانتے گزران میں اور جس کی ہلکی ہوئیں تولیں تو اس کا ٹھکانا گڑھا ہے اور تو کیا سمجھا وہ کیا ہے آگ ہے دہکتی ہوئی۔

خلاصۂ تفسیر

وہ کھڑکھڑانے والی چیز، کیسی ہے وہ کھڑکھڑانے والی چیز اور آپ کو کچھ معلوم ہے کیسی کچھ ہے وہ کھڑکھڑانے والی چیز (مراد قیامت ہے جو دلوں کو گھبراہٹ سے اور کانوں کو سخت آوازوں سے کھڑکھڑائے گی اور یہ اُس روز ہوگا) جس روز آدمی پریشان پروانوں کی طرح ہوجاویں گے (پروانوں سے تشبیہ چند چیزوں کی وجہ سے دی گئی، ایک کثرت سے ہونا کہ سارے اولین و آخرین انسان ایک

میدان میں جمع ہوجاویں گے، دوسرے کمزور ہونا کہ سب انسان اُس وقت کمزوری میں پروانے جیسے ضعیف و عاجز ہوں گے یہ دونوں وصف تو تمام اہلِ محشر انسانوں میں عام ہوں گے، تیسرے بیتاب اور بے چین ادھر اُدھر پھرنا جو پروانوں میں مشاہدہ کیا جاتا ہے یہ صورت خاص مومنین میں نہیں ہوگی وہ اپنی قبروں سے مطمئن اُٹھیں گے) اور پہاڑ دُھنکی ہوئی رنگین اُون کی طرح ہوجاویں گے (عہن رنگین اون کو کہا جاتا ہے، پہاڑوں کے رنگ چونکہ مختلف ہیں وہ سب اُڑتے پھریں گے جن کی مثال اُس اُون کی ہوگی جس میں مختلف رنگ کے بال ملے ہوئے ہوں اُس روز اعمالِ انسانی تولے جائیں گے) پھر جس شخص کا پلہ (ایمان کا) بھاری ہوگا (یعنی جو مومن ہوگا) وہ تو خاطر خواہ آرام میں ہوگا (یعنی نجات پاکر جنت میں جائے گا) اور جس شخص کا پلہ (ایمان کا) ہلکا ہوگا (یعنی کافر) اس کا ٹھکانا ہاویہ ہوگا اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ وہ (ہاویہ) کیا چیز ہے (وہ) ایک دہکتی ہوئی آگ ہے۔

معارف ومسائل

اس سورت میں اعمال کے وزن ہونے اور اُن کے ہلکے بھاری ہونے پر دوزخ یا جنت ملنے کا ذکر ہے۔ وزن اعمال کی پوری تحقیق اور شبہات کا جواب سورۂ اعراف کے شروع میں گزر چکا ہے (معارف جلد سوم ص ۵۲۶ تا ص ۵۳۲) وہاں دیکھ لیا جائے اُس میں یہ بھی لکھا گیا ہے کہ روایاتِ حدیث اور آیات کی تطبیق سے معلوم ہوتا ہے کے وزن سے مؤمن اور کافر کا امتیاز کردیا جائے گا ہر مومن کا پلہ بھاری اور کافر کا ہلکا رہے گا، پھر مؤمنین میں اعمال حسنہ اور سیۂ کا امتیاز کرنے کیلئے دوسرا وزن ہوگا، اس سورت میں بظاہر وہ پہلا وزن مراد ہے جس میں ہر مومن کا پلہ ایمان کی وجہ سے بھاری رہے گا خواہ اس کا عمل کیسا بھی ہو اور کافر کا پلہ ایمان نہ ہونے کے سبب ہلکا رہے گا خواہ اُس نے کچھ نیک کام بھی کیے ہوں۔ تفسیر مظہری میں ہے کہ قرآن کریم میں عام طور پر جزا و سزا میں تقابل کفار کا مؤمنین صالحین کے ساتھ کیا گیا کہ اصلی مؤمنین کاملین وہی ہیں، باقی رہے وہ مومنین جنہوں نے اعمال صالحہ اور سیۂ مخلوط کئے ہیں قرآن میں عام طور پر اُن سے سکوت کیا گیا، اور ان سب آیات میں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ قیامت میں انسانوں کے اعمال تولے جائیں گے گِنے نہیں جائیں گے، اور عمل کا وزن بقدر اخلاص اور مطابقت سنت کے بڑھتا ہے جس شخص کے عمل میں اخلاص بھی کامل ہو اور سنت کی مطابقت بھی مکمل ہو اگرچہ اس کے عمل تعداد میں کم ہوں اس کا وزن بہ نسبت اُس شخص کے بڑھ جائے گا جس نے تعداد میں تو نماز روزے، صدقہ خیرات، حج عمرے بہت کئے مگر اخلاص میں کمی رہی یا سنت کے مطابقت میں کمی رہی۔ واللہ اعلم

آخرت سے غفلت کی مذمت

۞......سورة التکاثر......☆......آیت نمبر:۱ تا ۸......۞

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ﴿۱﴾ حَتّٰى زُرۡتُمُ الۡمَقَابِرَ ﴿۲﴾ كَلَّا سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۳﴾ ثُمَّ كَلَّا سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۴﴾ كَلَّا لَوۡ تَعۡلَمُوۡنَ عِلۡمَ الۡيَقِيۡنِ ﴿۵﴾ لَتَرَوُنَّ الۡجَحِيۡمَ ﴿۶﴾ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيۡنَ الۡيَقِيۡنِ ﴿۷﴾ ثُمَّ لَتُسۡـَٔلُنَّ يَوۡمَئِذٍ عَنِ النَّعِيۡمِ ﴿۸﴾

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

غفلت میں رکھا تم کو بہتایت کی حرص نے یہاں تک کہ جا دیکھیں قبریں، کوئی نہیں آگے جان لو گے، پھر بھی کوئی نہیں آگے جان لو گے کوئی نہیں اگر جانو تم یقین کر کے بیشک تم کو دیکھنا ہے دوزخ پھر دیکھنا ہے اُس کو یقین کی آنکھ سے پھر پوچھیں گے تم سے اُس دن آرام کی حقیقت۔

خلاصۂ تفسیر

(دنیوی سامان پر) فخر کرنا تم کو (آخرت سے) غافل کئے رکھتا ہے یہاں تک کہ تم قبرستانوں میں پہنچ جاتے ہو (یعنی مرجاتے ہو کذا فی تفسیر ابن کثیر مرفوعاً) ہرگز نہیں (یعنی دنیوی سامان قابل فخر ہے اور نہ آخرت قابل غفلت) تم کو بہت جلد (قبر میں جاتے ہی یعنی مرتے ہی) معلوم ہو جائے گا پھر (دوبارہ تم کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ) ہرگز (یہ چیزیں قابل فخر اور توجہ کے اور آخرت قابل غفلت وانکار کے) نہیں تم کو بہت جلد (قبر سے نکلتے ہی یعنی حشر میں) معلوم ہو جائے گا (کذا فی فتح البیان مرفوعاً اور سہ بارہ پھر تم کو متوجہ کیا جاتا ہے کہ) ہرگز (یہ چیزیں قابل فخر وتوجہ کے اور آخرت قابل غفلت وانکار کے) نہیں (اور) اگر تم یقینی طور پر جان لیتے (یعنی دلائل صحیحہ میں غور وتوجہ سے کام لیتے اور اس کا یقین آجاتا تو کبھی اس سامان پر فخر اور آخرت سے غفلت میں نہ پڑتے) واللہ تم لوگ ضرور دوزخ کو دیکھو گے پھر (مکرر تاکید کیلئے کہا جاتا ہے) واللہ تم لوگ ضرور اُس کو ایسا دیکھنا

دیکھو گے جو کہ خود یقین ہے (کیونکہ یہ دیکھنا استدلال اور دلائل کی راہ سے نہیں ہوگا جس سے یقین حاصل ہونے میں کبھی دیر بھی لگتی ہے بلکہ یہ آنکھوں کا مشاہدہ ہوگا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اپنی آنکھوں دیکھ لینے کو عین الیقین سے تعبیر فرمایا ہے) پھر (اور بات سنو کہ) اُس روز تم سب سے نعمتوں کی پوچھ ہوگی۔ (کہ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کا حق ایمان واطاعت کے ساتھ بجالائے یا نہیں)۔

معارف ومسائل

اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ، تکاثر کثرت سے مشتق ہے معنی ہیں کثرت کے ساتھ مال و دولت جمع کرنا۔ حضرت ابن عباسؓ اور حسن بصری نے اس لفظ کی یہی تفسیر کی ہے اور یہ لفظ بمعنے تفاخر بھی استعمال کیا جاتا ہے حضرت قتادہ کی یہی تفسیر ہے اور حضرت ابن عباسؓ کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ پڑھ کر فرمایا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ مال کو ناجائز طریقوں سے حاصل کیا جائے اور مال پر جو فرائض اللہ کے عائد ہوتے ہیں ان میں خرچ نہ کریں۔ (قرطبی)

حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ، یہاں زیارت مقابر سے مراد مرکر قبر میں پہنچنا ہے جیسا کہ حدیث مرفوع میں خود رسول اللہ ﷺ نے حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ کی تفسیر میں فرمایا حتی یأتیکم الموت (ابن کثیر بروایت ابن ابی حاتم) اس لئے مطلب آیت کا یہ ہوگا کہ تم لوگوں کو مال و دولت کی بہتات یا مال و اولاد اور قبیلہ ونسب پر تفاخر غفلت میں ڈالے رہتی ہے اپنے انجام اور آخرت کے حساب کی کوئی فکر نہیں کرتے یہاں تک کہ اسی حال میں تمہیں موت آجاتی ہے اور وہاں عذاب میں پکڑے جاتے ہو۔ یہ خطاب بظاہر عام انسانوں کو ہے جو مال و اولاد کی محبت یا دوسروں پر اپنی برتری اور تفاخر میں ایسے مست رہتے ہیں کہ اپنے انجام کو سوچنے کی طرف توجہ ہی نہیں ہوتی۔ حضرت عبداللہ ابن شخیرؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک روز آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پہنچا تو آپ الهٰکم التکاثر پڑھ رہے تھے اور یہ فرمار ہے تھے کہ:

> یقول ابن ادم مالی مالی وھل لک من مالک الا ما اکلت فافنیت اولبست فابلیت اوتصدقت فامضیت وفی روایة لمسلم وما سوی ذلک فذاھب وتارکه للناس (ابن کثیر و قرطبی بروایت مسلم. ترمذی احمد)

> آدمی کہتا ہے کہ میرا مال میرا مال حالانکہ اس میں تیرا حصہ تو اتنا ہی ہے جس کو تو نے کھا کر فنا کردیا یا پہن کر بوسیدہ کردیا یا صدقہ کر کے اپنے آگے بھیج دیا اور اس کے سوا جو کچھ ہے وہ تیرے ہاتھ سے جانے والا ہے تو اُس کو لوگوں کیلئے چھوڑنے والا ہے۔

امام بخاریؒ نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لوکان لابن ادم وادیًا من ذھب لاحبّ ان یکون له وادیان ولن یملا، فاہ الاّ التّراب ویتوب اللّٰه علیٰ من تاب.

اگر آدم زادے کیلئے ایک وادی (دامن کوہ) سونے سے بھری ہوئی موجود ہوتو (وہ اس پر قناعت نہیں کرے گا بلکہ) چاہے گا کہ ایسی دو وادیاں ہو جاویں اور اُس کے منہ کو تو (قبر کی) مٹی کے سوا کوئی چیز بھر نہیں سکتی اور اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرتا ہے اُس شخص کی جو اُس کی طرف رجوع ہو۔

حضرت اُبی بن کعبؓ فرماتے ہیں کہ ہم حدیث کے الفاظ مذکورہ کو قرآن سمجھا کرتے تھے یہاں تک کہ سورہ الہاکم التکاثر نازل ہوئی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے الہاکم التکاثر پڑھ کر مذکورہ الفاظ اُس کی تفسیر وتشریح کے طور پر پڑھے تھے اس سے بعض صحابہ کو شبہ ہوگیا کہ یہ بھی قرآن ہی کے الفاظ ہیں بعد میں جب پوری سورۃ الہاکم التکاثر سامنے آئی تو اس میں یہ الفاظ نہیں تھے اس سے حقیقت واضح ہوگئی کہ یہ الفاظ تفسیر کے تھے۔

لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ، حرف لَوْ جو شرط کے لئے آتا ہے اس کے مقابل کوئی جزاء ہونی چاہئے وہ بقرینہ سیاق اس جگہ حذف کردی گئی ہے یعنی لماالھکم التکاثر یعنی اگر تم کو قیامت کے حساب کتاب کا یقین ہوتا تو تم اس تکاثر وتغافل میں نہ پڑتے۔

ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ، اوپر خلاصہ تفسیر سے معلوم ہو چکا ہے کہ عین الیقین سے مراد وہ یقین ہے کہ جو کسی چیز کے مشاہدہ کے بعد حاصل ہوتا ہے اور یہ سب سے اعلیٰ درجہ یقین کا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب کوہ طور پر تشریف رکھتے تھے اور اُن کے پیچھے اُن کی قوم نے گوسالہ پرستی شروع کردی تو اللہ تعالیٰ نے اُن کو وہیں کوہ طور پر خبر کردی تھی کہ تمہاری قوم اس وبال میں مبتلا ہوگئی ہے مگر موسیٰ علیہ السلام پر اس خبر سے اتنا اثر نہیں ہوا جتنا اس وقت ہوا جب واپس پہنچ کر انہوں نے بنی اسرائیل کی گوسالہ پرستی آنکھوں سے دیکھی اس کا اثر یہ ہوا کہ بے اختیار ہو کر الواح تورات ہاتھ سے چھوڑ دیں۔ (رواہ احمد والطبرانی بسند صحیح۔ مظہری)

ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ، یعنی تم سب سے قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعموں کے متعلق

باز پرس ہوگی کہ تم نے اُن کا شکریہ ادا کیا اور اُن کو گناہوں میں تو خرچ نہیں کیا، ان میں سے بعض نعمتوں کے متعلق تو خود قرآن میں دوسری جگہ وضاحت آگئی جیسا فرمایا: اِنَّ السَّمعَ وَالبَصرَ وَالفُؤادَ کُلُّ اُولٰئِکَ کَانَ عَنہُ مَسئُولاً جس میں انسان کی قوت شنوائی، بینائی اور دل سے متعلق وہ لاکھوں نعمتیں آگئیں جن کو انسان ہر لمحہ استعمال کرتا ہے۔

حدیث:۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز بندہ سے جس چیز کا سب سے پہلے سوال ہوگا (وہ تندرستی ہے) اُس کو کہا جائے گا کہ کیا ہم نے تمہیں تندرستی نہیں دی تھی اور کیا ہم نے تمہیں ٹھنڈا پانی نہیں پلایا تھا۔ (الترمذی عن ابی ہریرہ وابن حبان فی صیحہ۔ ابن کثیر)

حدیث:۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ محشر میں کوئی آدمی اپنی جگہ سے سرک نہ سکے گا جب تک پانچ سوالوں کا جواب اُس سے نہ لیا جائے۔ ایک یہ کہ اُس نے اپنی عمر کو کن کاموں میں فنا کیا ہے۔ دوسرے یہ کہ اُس نے اپنے شباب کی قوت کو کن کاموں میں خرچ کیا ہے۔ تیسرے یہ کہ جو مال اُس نے حاصل کیا وہ کس کس طریقے جائز یا ناجائز سے حاصل کیا۔ چوتھے یہ کہ اس مال کو کہاں کہاں خرچ کیا، پانچویں یہ کہ جو علم اللہ نے اُس کو دیا تھا اُس پر کتنا عمل کیا۔ (رواہ البخاری)

اور امام تفسیر مجاہد نے فرمایا کہ قیامت میں یہ سوال دنیا کی ہر لذت کے متعلق ہوگا (قرطبی) خواہ اس کا تعلق کھانے پینے سے ہو یا لباس اور مکان سے یا بیوی اور اولاد سے یا حکومت وعزت سے۔ قرطبی نے اس کو نقل کرکے فرمایا کہ یہ بالکل درست ہے اس سوال میں کسی خاص نعمت کی تخصیص نہیں ہے۔

سورۂ تکاثر کی خاص فضیلت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام سے خطاب کرکے فرمایا کہ کیا تم میں کوئی آدمی اس کی قدرت نہیں رکھتا کہ ہر روز قرآن کی ایک ہزار آیتیں پڑھا کرے۔ صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ روزانہ ایک ہزار آیتیں کون پڑھ سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تم میں کوئی الھاکم التکاثر نہیں پڑھ سکتا، مطلب یہ ہے کہ الھاکم التکاثر روزانہ پڑھنا ایک ہزار آیتوں کے پڑھنے کی برابر ہے۔ (مظہری بحوالۂ حاکم وبیہقی عن ابن عمرؓ)

☆☆☆

خطاب :۔ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم
جمع وترتیب
محمد زکریا خضداری
محمد طاہر مسعود سرگودھوی

اجتہاد اور اس کی حقیقت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللّٰہ و کفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

۲۹ رصفر المظفر ۱۴۳۰ھ (۲۵ فروری ۲۰۰۹ء) بدھ کے روز حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم نے جامعہ دارالعلوم کراچی میں تخصص فی الدعوۃ والارشاد کے طلبہ کے سامنے اجتہاد کے موضوع پر ایک بصیرت افروز خطاب فرمایا، جس میں آپ نے اجتہاد کی حقیقت، اجتہاد کے بارے میں جدید ذہنوں میں پائی جانے والی غلط فہمیاں اور ان کے تسلی بخش جوابات، اجتہاد کا دروازہ بند ہونے کا مطلب اور عصر حاضر میں ہونے والے اجتہاد کی مختلف صورتوں پر بہت عمدہ اور جامع گفتگو فرمائی۔ افادۂ عام کیلئے یہ خطاب ہدیۂ قارئین ہے۔.................. (ادارہ)

موضوع کے انتخاب کی وجہ

آج کی گفتگو کا موضوع میں نے اجتہاد اور اس کی حقیقت اس لئے تجویز کیا کہ آج مغربی افکار کے زیر اثر ہمارے معاشرے میں جو مختلف گمراہیاں پھیلی ہوئی ہیں ان کی ایک بنیادی وجہ اجتہاد کے مفہوم سے ناواقفیت ہے۔ آپ حضرات نے یہ نعرے مختلف حلقوں کی طرف سے بکثرت سنے ہوں گے، خاص طور پر جو حضرات مغربی افکار کے زیر اثر آئے ہوئے ہیں وہ بکثرت یہ کہتے رہتے ہیں کہ علماء کرام نے اجتہاد کا دروازہ بند کر رکھا ہے، ہمارے اس زمانے کے حالات میں بڑی تبدیلی واقع ہوگئی ہے اور اس کی وجہ سے اجتہاد کی بڑی ضرورت ہے اور جہاں کوئی ایسا مسئلہ شرعیہ سامنے آتا ہے جو مغرب کو پسند نہیں ہوتا تو اس کے مقابلے کے لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں اجتہاد کی ضرورت ہے اور علماء کرام اجتہاد نہیں کر رہے۔ یہ ایک چلتا ہوا نعرہ ہے جو مختلف حلقوں کی طرف سے مختلف مواقع پر بکثرت لگایا جاتا ہے

جواب کی ضرورت

میں آج کی اس گفتگو میں پہلے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اجتہاد کے بارے میں اس حلقے کے ذہن میں کیا غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں اور ان میں صحیح صورتحال کیا ہے؟ اگر ان نعروں کے جواب میں یہ کہا جائے کہ اجتہاد کا دروازہ بند ہوگیا ہے اب کوئی اجتہاد نہیں ہوسکتا تو اس سے ان لوگوں کی تسلی اس لئے نہیں ہوسکتی کہ یہ اجتہاد کے صحیح مفہوم ہی سے ناواقف ہیں، لہٰذا ان کا جواب کسی اور طرح سے دینے کی ضرورت ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ ان غلط فہمیوں کو دور کیا جائے جو ان کے ذہنوں میں پائی جاتی ہیں۔

مغرب کی غلط فہمیاں

۱۔ نصوص میں اجتہاد کو جائز سمجھنا

پہلی غلط فہمی جو ان کے ذہن میں پائی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ اجتہاد درحقیقت نصوص کے مقابلے میں اپنی عقل کو استعمال کرتے ہوئے حکمتوں اور مصلحتوں کی بنیاد پر احکام میں کسی تغیر کا نام ہے۔ عام طور پر جو لوگ یہ بات کہتے ہیں، ان کے ذہن میں یہ بات ہے کہ نصوص میں ایک حکم آیا ہے اور کسی خاص پس منظر میں کسی خاص مصلحت کے تحت آیا ہے، آج کے دور میں وہ مصلحت نہیں پائی جا رہی یا اس کے خلاف کوئی اور مصلحت پائی جارہی ہے، لہٰذا ہم اپنی عقل سے سوچ کر فیصلہ کریں کہ اس دور کی مصلحت کیا ہے اس حکم کو اس وقت اطلاق پذیر نہ کریں، بلکہ اس کے بجائے اس حکم میں کوئی تبدیلی کردیں۔

۲۔ اجتہاد سے صرف سہولت مقصود ہے

دوسری غلط فہمی یہ ہے کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اجتہاد کے نتیجہ میں ہمیشہ کوئی سہولت یا آسانی حاصل ہونی چاہیئے، اگر ایک چیز پہلے حرام اور ناجائز سمجھی جاتی تھی تو اجتہاد کے نتیجے میں جائز سمجھی جانی چاہیئے، اگر کوئی چیز شریعت میں منع تھی تو اجتہاد کے نتیجے میں ممنوع نہ ہونی چاہیئے، چنانچہ ہر ایسی جگہ پر اجتہاد کی ضرورت کا دعویٰ کیا جاتا ہے جہاں ان کو کوئی سہولت، آسانی یا جواز مطلوب ہو، اس موقع پر ان کو زمانے کی تبدیلی اور حالات کے تغیر کا بھی احساس ہو جاتا ہے اور وہ اجتہاد کی ضرورت پر اصرار کرتے ہیں، لیکن اگر کسی جگہ حالات کے تغیر کی وجہ سے حکمت اور مصلحت اس کے برعکس ہو یعنی اس صورت میں حالات کے تغیر کی وجہ سے اسی حکمت اور مصلحت کے اصول کی بنیاد پر اگر ایک چیز پہلے جائز تھی اب ناجائز ہو رہی ہو تو اس موقع پر اجتہاد کی ضرورت کا کوئی دعویٰ نہیں کرتا۔ مثلاً جو لوگ اجتہاد کی ضرورت کے داعی ہیں آج تک ان سے یہ نہیں سنا گیا کہ سفر میں جو قصر کا حکم دیا گیا تھا وہ اس زمانے

کے سفر تھے، جو اونٹوں پر، گھوڑوں پر اور پیدل ہوا کرتے تھے، ان میں مشقت بہت زیادہ ہوتی تھی، آج ہوائی جہاز میں ایک براعظم سے دوسرے براعظم تک چند گھنٹوں میں آدمی پہنچ جاتا ہے، فرسٹ کلاس میں سفر کرتے ہوئے لیٹے ہوئے سوتے ہوئے جاتا ہے اور وہاں جاکر آرام سے ہوٹلوں میں مقیم ہوتا ہے، تو چونکہ حالات بدل گئے ہیں، لہٰذا اب سفر میں قصر کی اجازت نہیں ہونی چاہیئے۔ یہ آج تک کسی سے نہیں سنا گیا کہ یہاں اجتہاد کی ضرورت ہے، وجہ یہ ہے کہ ذہن میں یہ بات ہے کہ اجتہاد کے نتیجے میں کوئی سہولت حاصل ہونی چاہیئے، کوئی جواز حاصل ہونا چاہیئے، اجتہاد کے نتیجے میں اگر ایک جواز پہلے سے موجود تھا، اب ختم ہو رہا ہو تو ایسے اجتہاد سے توبہ، اس اجتہاد کی طرف کوئی جانے کے لئے تیار نہیں۔

یہ ساری باتیں درحقیقت اس لئے ہیں کہ اجتہاد کا صحیح مفہوم ذہن میں نہیں۔ حالانکہ جب اجتہاد کا لفظ بولا جاتا ہے تو جہاں سے اجتہاد کا لفظ نکلا ہے اس کی طرف دیکھنا چاہیئے کہ وہ کس سیاق میں آیا ہے اور اس کا کیا مطلب تھا؟

لفظ اجتہاد کا ماخذ

آپ سب حضرات جانتے ہیں کہ اجتہاد کا لفظ سب سے پہلے کونسی حدیث میں آیا ہے، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے:

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَمَّا اَرَادَ اَنْ يَّبْعَثَ مُعَاذًا اِلَى الْيَمَنِ قَالَ: (كَيْفَ تَقْضِيْ اِذَا عَرَضَ لَكَ قَضَاء)، قَالَ: اَقْضِيْ بِكِتَابِ اللّٰهِ، قَالَ: (فَاِنْ لَّمْ تَجِدْ فِيْ كِتَابِ

اللّٰہِ؟) قَالَ: فَبِسُنَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہ (ﷺ)، قَالَ: (فَاِنْ تَجِدْ فِیْ سُنَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہ (ﷺ) وَلَا فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ؟)، قَالَ: اَجْتَھِدُ بِرَاْیِی، وَلَا آلُو، فَضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ صَدْرَہٗ وَقَالَ: (اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ وَفَّقَ رَسُوْلَ رَسُوْلِ اللّٰہِ لِمَا یُرْضِیْ رَسُوْلَ اللّٰہِ)۔

آپ ﷺ حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف حاکم، قاضی، معلم اور مفتی بنا کر بھیج رہے ہیں تو آپ ﷺ ان سے پوچھتے ہیں کہ تم کیسے فیصلہ کرو گے؟ تو انہوں عرض کیا: "بکتاب اللّٰہ"، اللہ کی کتاب سے، آپ ﷺ نے پوچھا کہ اگر کتاب اللہ میں نہ پاؤ تو کیسے فیصلہ کرو گے؟ عرض کیا: "بسنّۃ رسول اللّٰہ ﷺ"، پھر پوچھا، اگر سنت میں نہ پاؤ تو پھر کیا کرو گے؟ تو انہوں نے عرض کیا: "اجتھد برأیی"، میں اپنی رائے سے اجتہاد کرونگا، "ولا آلو"، اور کوئی کوتاہی نہیں کروں گا، اس پر آپ ﷺ نے تائید فرمائی اور ان کے سینے پر ہاتھ مارا، اور فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ وَفَّقَ رَسُوْلَ رَسُوْلِ اللّٰہِ لِمَا یُرْضِیْ رَسُوْلَ اللّٰہِ

اجتہاد کا محل:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اجتہاد وہاں ہوتا ہے جہاں کوئی حکم کتاب اللہ یا سنت رسول ﷺ میں موجود نہ ہو، جیسا کہ حضرت معاذ رضی اللہ نے فرمایا کہ اس وقت میں اجتہاد کروں گا۔

اس میں کہیں یہ نہیں ہے کہ اجتہاد کسی جواز، کسی رخصت یا سہولت کو حاصل کرنے کے لئے کروں گا، بلکہ جو بات فرمائی گئی ہے وہ یہ ہے کہ جو حکم کتاب اللہ سے یا سنت رسول اللہ ﷺ سے براہ راست نہیں نکل رہا ہوگا تو (انہی نصوص کی روشنی میں) اپنی رائے کو استعمال کرتے ہوئے (قیاس کے ذریعے یا اصول کلیہ کو مدنظر رکھتے ہوئے) اس حکم کو حاصل کرنے کی پوری کوشش کروں گا۔

اب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جس مسئلہ یا جس چیز کا حکم تلاش کیا جا رہا ہے، اجتہاد کے نتیجے میں وہ جائز ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ ناجائز ثابت ہو۔ تو یہ حدیث خود بتا رہی ہے کہ اجتہاد کا محل وہاں ہوتا ہے جہاں نصوص ساکت ہوں۔

نصوص ساکت ہونے کی صورتیں

اب نصوص کے ساکت ہونے کی دو صورتیں ہیں۔ ایک صورت یہ ہے کہ جس خاص جزیئے کا حکم تلاش کرنا مقصود ہے، قرآن و سنت نے اس سے بالکل تعرض نہ کیا ہو اور دوسرا ساکت ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ تعرض تو کیا ہے، لیکن جن الفاظ یا جس عبارت کے ساتھ کیا ہے اس عبارت اور اس تعبیر کے اندر کچھ اجمال اور ابہام ہے، جس کی بناء پر اس کی ایک سے زیادہ تشریحات ممکن ہیں۔ یعنی وہ کسی ایک مفہوم پر قطعی الدلالۃ نہیں، بلکہ اس کی تشریح مختلف طریقوں سے کی جاسکتی ہے۔

تو سکوت کی کل دو قسمیں ہوگئیں۔ ایک یہ کہ اس میں تعرض سرے سے ہے ہی نہیں اور دوسرا یہ کہ تعرض تو ہے لیکن تعرض اس طرح ہے کہ اس کی تشریح ایک سے زیادہ طریقوں سے کی جاسکتی ہے۔ یہ دو چیزیں ہیں، جو محل اجتہاد ہیں، جہاں یہ دونوں چیزیں نہ ہوں، یعنی فرض کرو کہ قرآن و سنت نے کسی مسئلے میں بالکل واضح اور دوٹوک الفاظ میں تعرض کیا ہے، اس میں ایک سے زیادہ تشریحات کا امکان یا احتمال نہیں تو ایسی چیز نہ محل اجتہاد ہے نہ محل تقلید۔ تقلید اور اجتہاد کا سوال ہی اس جگہ پیدا ہوتا

ہے جہاں یا تو نصوص ساکت ہوں یا ان کے اندر اجمال، ابہام یا تعارض میں سے کوئی چیز پائی جا رہی ہو، جن میں ایک سے زیادہ تشریحات کا امکان ہے تو وہاں پر مجتہد اجتہاد کرتا ہے اور مقلد تقلید کرتا ہے۔

نصوص قطعیہ میں اجتہاد نہیں ہوتا

اس لئے اگر کوئی نص قطعی الدلالۃ ہے تو وہ اجتہاد کا محل ہی نہیں، خود اس حدیث سے یہ بات ثابت ہو رہی ہے جو اجتہاد کا اصل منبع ہے۔ لہٰذا نصوص قطعیہ یا واضح الدلالۃ نصوص کے مقابلے میں اجتہاد کی دعوت یہ خود اجتہاد کے منبع کے اعتبار سے بالکل غلط اور نا قابل توجہ ہے۔ چونکہ یہ حقیقت پیش نظر نہیں ہوتی، اس لئے بعض اوقات نصوص کے مقابلے میں بھی اجتہاد کیا جاتا ہے، چنانچہ ہمارے ہاں بھی اس قسم کا اجتہاد ہوا۔ قرآن کریم نے خنزیر کی حرمت کا حکم دیا ہے، مگر اب ساری مغربی دنیا میں خنزیر خوراک بن چکا ہے تو اجتہاد کرنے والے نے یہ کہا کہ خنزیر کے بارے میں بھی اجتہاد کی ضرورت ہے۔ چنانچہ یہ اجتہاد چلایا کہ حضور ﷺ کے عہد مبارک میں جو خنزیر ہوا کرتے تھے وہ نالیوں پر پڑے رہتے تھے، گندگی کھاتے تھے، گندے ماحول میں پرورش پاتے تھے، اس لئے حرام قرار دے گئے، آج جو خنزیر ہیں وہ اعلیٰ فارموں (Hygenic farms) میں ہوتے ہیں، جہاں بڑے صحت افزا ماحول میں ان کی پرورش ہوتی ہے، لہٰذا وہ علت ختم ہوگئی جس کی بناء پر حرمت کا حکم آیا تھا۔

اس کا پہلا جواب تو یہ ہے کہ درحقیقت یہ محل اجتہاد ہی نہیں، کیونکہ نص میں اس کی حرمت صراحۃً موجود ہے، اجتہاد کا یہ مفہوم کسی نے بھی معتبر قرار نہیں دیا کہ اگر کوئی رخصت حاصل ہو رہی ہے تو اجتہاد ہے اور اگر کسی چیز کے بارے میں قرآن و سنت کی روشنی میں بتایا جائے کہ وہ نا جائز ہے یا فلاں کام منع ہے تو کہنا کہ اجتہاد ہی نہیں ہوا۔ یہ دونوں باتیں اسی غلط فہمی کی بنیاد پر ہیں جو میں نے ابھی عرض کیں۔

پہلی بات سمجھانے کی یہ ہے۔ اب اس میں دو پہلو اور عرض کرنے ہیں کہ اجتہاد کے جو معنی حضرت معاذ ابن جبلؓ کی حدیث سے معلوم ہوتے ہیں وہ یہ ہیں کہ جہاں نصوص (قرآن و سنت) دونوں معنی کے اعتبار سے ساکت ہوں تو وہاں پر اجتہاد کی ضرورت پیش آتی ہے۔

اجتہاد کا دروازہ بند ہونے کا مطلب

دوسرے یہ کہ فقہ میں اجتہاد کی بہت ساری قسمیں ہیں، جیسے اجتہاد فی المذہب، اجتہاد فی المسائل، اجتہاد مطلق، تخریج، ترجیح، تصحیح اور تمییز، مختلف طبقات فقہاء کرام نے بیان فرمائے ہیں۔ اب اس میں جو یہ جملہ کہا جاتا ہے کہ اجتہاد کا دروازہ بند ہو گیا ہے، اس کی حقیقت سمجھنے کی ضرورت ہے۔ جو

حضرات اجتہاد کے نعرے لگاتے ہیں ان کی نظر میں اجتہاد کے یہ مختلف درجات نہیں ہوتے، نیز ان کے ذہن میں اجتہاد کا وہ مفہوم ہے جو میں نے ابھی عرض کیا۔ لہذا جب ان کے سامنے یہ کہا جائے کہ اجتہاد کا دروازہ بند ہو گیا ہے تو ان کے ذہن میں یہ ہوتا ہے کہ علماء کرام نے اجتہاد کی ساری قسموں کا دروازہ بند کر رکھا ہے اور یہ کہا ہے کہ چوتھی صدی کے بعد کسی قسم کا اجتہاد نہیں ہو سکتا۔ لیکن حقیقت حال یہ ہے کہ یہ جو کہا گیا کہ چوتھی صدی کے بعد اجتہاد کا دروازہ بند ہو گیا، اوّل تو دروازہ بند ہونے کے یہ معنی نہیں ہیں کہ اب یہ شرعی حکم آ گیا کہ چوتھی صدی کے بعد کوئی مجتہد نہیں ہو سکتا یا یہ کہ عقلی امکان ختم ہو گیا۔ یہ مقصود نہیں تھا، بلکہ مقصد یہ تھا کہ اجتہاد کے لئے جن شرائط اور جن اوصاف کی ضرورت ہے وہ مفقود ہو گئے ہیں۔

اگر بالفرض ان شرائط کا حامل کوئی پیدا ہو جائے تو یہ نہ عقلاً ممتنع ہے نہ شرعاً۔ یہ ایک امر واقع ہے، حکم نہیں ہے کہ اب کوئی مجتہد پیدا نہیں ہو سکتا، بلکہ صورتحال ہی ایسی ہے کہ کوئی آدمی ایسا پیدا نہیں ہو سکا جو اجتہاد کی تمام شرائط کا جامع ہو، لیکن اگر ہو جائے تو نہ شرعاً ممتنع ہے نہ عقلاً۔ چنانچہ حدیث پاک سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آئندہ بھی مجتہد ہوں گے۔

ایک حدیث میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(مَثَلُ اُمَّتِیْ مَثَلُ الْمَطَرِ لَا یُدْرٰی اَوَّلُه خَیْرٌ اَمْ آخِرُہ)(۱)

ترجمہ: میری امت کی مثال بارش کی سی ہے کہ جس کے بارے میں یہ فیصلہ نہیں کیا جا سکتا کہ بارش کا پہلا حصہ زیادہ بہتر تھا یا آخری حصہ زیادہ بہتر ہوگا۔

تو آخری حصہ خود بیان فرمایا ہے، اس میں حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کا تشریف لانا اور حضرت عیسیٰ کا نزول، یہ سب واقعات ہیں تو ظاہر ہے کہ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ چونکہ چوتھی صدی میں اجتہاد کا دروازہ بند ہو گیا تھا لہذا ان کو اجتہاد کی اجازت نہیں۔ اس لئے پہلی بات یہ ہے کہ دروازے پر تالے اس لئے ڈالے کہ اس میں داخل ہونے والے مفقود ہو گئے ہیں، لیکن اگر کوئی پوری شرائط کا حامل داخل ہو جائے تو نہ شرعی امتناع ہے نہ عقلی۔

صرف اجتہاد مطلق کا دروازہ بند ہوا ہے

دوسری بات یہ ہے کہ یہ جو کہا گیا تھا کہ چوتھی صدی کے بعد کوئی مجتہد پیدا نہیں ہوا تو یہ درحقیقت اجتہاد مطلق کے بارے میں کہا گیا تھا کہ اب کوئی ایسا شخص نہیں ہے کہ جس کے بارے میں یہ کہا جا سکے کہ وہ مجتہد مطلق ہے، اس کے بعد کے جو درجات ہیں خواہ وہ اجتہاد فی المذہب ہو یا اجتہاد فی

المسائل یا تخریج اور ترجیح ہو، یہ سب بعد میں آتے رہے اور چوتھی صدی کے بعد بھی آئے۔ حضرت علامہ ابن عابدین شامیؒ، علامہ ابن ہمامؒ کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ مجتہد فی المذہب تھے۔ (بلغ مرتبۃ الاجتہاد)۔ تو وہاں اجتہاد مطلق مراد نہیں ہے، بلکہ اجتہاد فی المذہب یا اجتہاد فی المسائل مراد ہے۔ ابن ہمامؒ تو کافی بعد کے ہیں ان کے بارے میں بھی یہی کہا گیا۔ اسی طرح ہمارے اکابر میں سے بعض علماء فرماتے ہیں کہ مولانا عبدالحئی لکھنویؒ اجتہاد کے مرتبے پر پہنچے تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ تو اس مرتبے پر فائز تھے ہی۔

اس لیئے یہ جو تصور ہے کہ اجتہاد نہیں ہوسکتا اجتہاد مطلق کے بارے میں ہے اور اجتہاد مطلق کے بارے میں یہ بات بالکل بدیہی ہے، کیوں کہ چوتھی صدی کے بعد آج تک کوئی ایسا شخص نہیں آیا جس نے طہارت سے لیکر فرائض تک تمام مسائل میں اس قسم کا مذہب جاری کیا ہو جیسا ائمہ اربعہ نے کیا۔ اگر چہ دعوے بہت سے لوگوں نے کیئے لیکن ایسا مکمل اور جامع نظام کسی نے پیش نہیں کیا۔

اب اگر کوئی شخص یہ کہے کہ فلاں مسئلے میں میری رائے یہ ہے یعنی کسی مسئلے میں پوری تحقیق و تدقیق اور اجتہاد و استنباط کی ساری صلاحیتیں صرف کرنے کے بعد وہ اپنی رائے کا اظہار کرتا ہے تو صرف ایک مسئلے میں کہہ دیا، باقی مسائل کا کیا ہوگا۔ تو یہ دعویٰ کہ چوتھی صدی کے بعد اجتہاد ختم ہو گیا یہ ایک بدیہی واقعہ ہے کہ کوئی ایسا شخص پیدا نہیں ہوا۔ اور اگر کوئی آیا بھی تو امت نے اس کو بحیثیت مجتہد اور بحیثیت امام متبوع تسلیم نہیں کیا۔

جزوی اجتہاد

البتہ جہاں تک تعلق ہے اجتہاد کی دوسری اقسام کا تو وہ بعد میں بھی ہوتی رہیں اور خاص طور سے دو چیزیں ایسی ہیں کہ جو اس دور میں بھی ہیں۔ ایک اجتہاد فی المسائل اور دوسری اجتہاد جزئی۔ اجتہاد فی المسائل کے معنی یہ ہیں کہ جن مسائل کے بارے میں نہ کتب فقہ میں کوئی صراحت ہے اور نہ اصحاب مذہب کی طرف سے کوئی حکم موجود ہے (ان کو نوازل بھی کہتے ہیں)۔ ائمہ کے بیان کئے ہوئے اصولوں کے مطابق ان نئے مسائل کا حکم معلوم کرنا، یہ اجتہاد فی المسائل ہے، جو آج بھی جاری ہے۔ ایسے مسائل جن کی صراحت موجود نہیں ان کے بارے میں جاری ہونے والے فتاویٰ حقیقت میں اجتہاد فی المسائل ہیں۔

یہ بات بھی تمام اصول فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے اور صراحت کے ساتھ اس پر بحث ہوئی ہے کہ کیا اجتہاد جزئی بھی ہوسکتا ہے؟ کچھ حضرات یہ کہتے ہیں کہ اجتہاد جزئی نہیں ہوسکتا اجتہاد تو کلی ہی ہوگا۔ جو کوئی کرے تو تمام فقہی مسائل کے بارے میں کرے تب اس کی رائے معتبر ہوگی۔ لیکن

اصولیین نے اس رائے کو تسلیم نہیں کیا۔ اصولیین یہ کہتے ہیں کہ اجتہاد جزئی بھی ہو سکتا ہے۔ یعنی یہ ہو سکتا ہے کہ ایک شخص کسی ایک مسئلے میں اجتہاد کے درجے کو پہنچ جائے اور دوسرے مسائل میں نہ پہنچے۔ تو اجتہاد جزئی اب تک کے جاری ہے۔

لہذا یہ کہنا کہ علماء کرام نے اجتہاد کا دروازہ بند کر دیا ہے یہ بھی اجتہاد کی حقیقت کو نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے۔ جس دروازے کو حضور ﷺ نے کھولا ہو تو کون ہے جو اس کو بند کر سکے۔ دروازہ بند نہیں کیا لیکن اس میں داخل ہونے والے مفقود ہو گئے۔ وہ بھی اجتہاد مطلق میں، البتہ دوسری قسمیں بعد میں بھی جاری رہی ہیں اور ان میں سے بعض اقسام آج بھی جاری ہیں۔

تغیر زمانہ سے تغیر فتوی کا مطلب

تیسری بات جو سمجھنے کی ہے وہ یہ کہ یہ جو کہا جاتا ہے کہ زمانہ بدل گیا ہے، حالات میں تبدیلی آگئی ہے، لہذا اب حکم بھی بدلنا چاہیے اور یہ مقولہ بھی بکثرت زبانوں پر رہتا ہے کہ (الاحکام تتغیر بتغیر الزمان) اور (الفتوی تتغیر بتغیر الزمان)۔ خود ہمارے فقہاء نے یہ بات لکھی ہے۔ لیکن جن لوگوں کی میں بات کر رہا ہوں وہ اس کو اجتہاد کے اس مفہوم سے وابستہ کرتے ہیں جس کو میں نے شروع میں عرض کیا، اس سے وابستہ کر کے یہ کہتے ہیں کہ تغیر زمان کا مطلب یہ ہے کہ زمانے کے تغیر کے نتیجے میں اگر حکمت اور مصلحت تبدیل ہو جائے تو (ان کے خیال میں اس صورت میں) احکام بھی بدلنے چاہییں۔ تو یہاں سمجھنے کی بات یہ ہے کہ احکام میں جو تغیر آتا ہے وہ علت کے تغیر سے آتا ہے نہ کہ حکمت یا مصلحت کے تغیر سے۔ شریعت نے جس چیز کو کسی حکم میں علت قرار دے دیا تو اس کے تغیر سے حکم میں تغیر ہوگا، یعنی کسی جگہ اگر علت مفقود ہو جائے تو بے شک حکم بدل جائیگا۔ لیکن اگر وہ علت باقی ہے مگر محض ہماری سوچ اور خیال کے لحاظ سے اس میں حکمت نہیں پائی جا رہی تو اسکی وجہ سے حکم میں تغیر نہیں ہوگا۔

حکم کا مدار علت پر ہے نہ کہ حکمت پر

گویا حکم کا دارومدار علت پر ہوتا ہے نہ کہ حکمت پر۔ یہ بڑی اہم بات ہے اور اس کو نظر انداز کرنے سے بہت سی گمراہیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اور جو حضرات اجتہاد کے دعوے کرتے ہیں ان کے ہاں بھی یہی صورتحال ہے کہ وہ حکمت کو علت قرار دیتے ہیں۔ اسی وجہ سے وہ کہتے ہیں کہ حکم بدل گیا۔

ایک حسّی مثال

اس کی فقہی مثالیں دینے سے قبل میں ایک حسی مثال دیتا ہوں، کیونکہ فقہی مثال میں علت اور حکمت کو سمجھانا بعض اوقات مشکل ہوجاتا ہے اور لوگوں کو حکمت اور علت میں فرق سمجھ میں نہیں آتا۔ اس لئے ایک حسی مثال جس سے فرق سمجھ میں آئیگا۔ وہ یہ کہ جب ہم گاڑی چلاتے ہیں تو چوراہوں پر سگنل لگے ہوتے ہیں کہ اگر سرخ بتی جلے تو گاڑی روک دو، چلنا منع ہے۔ اور جب سبز جلے تو روانہ ہوجاؤ۔ اب چلنا جائز ہے۔ جب سرخ بتی جلے تو رک جاؤ، یہ حکم ہے۔ سرخ روشنی اس کی علت ہے۔ تصادم کے امکانات سے بچانا حکمت ہے۔ اب رکنے کا جو حکم ہے، آیا اس کا دارومدار سرخ بتی پر ہے یا تصادم کے امکانات سے بچنے پر؟ فرض کرو کہ آپ گاڑی چلا رہے ہیں اور سڑک سنسان پڑی ہے کوئی دوسری گاڑی دور دور تک نظر نہیں آرہی۔ سرخ بتی جل رہی ہے تو رکنے کا حکم نافذ ہوگا یا نہیں؟ ظاہر ہے کہ نافذ ہوگا۔ حالانکہ اس وقت رکنے کا حکم بے کار معلوم ہورہا ہے اور رکنے میں وقت ضائع ہورہا ہے، کیوں کہ تصادم کا کوئی خطرہ نہیں، اگر سیدھے نکل جاتے تو کسی گاڑی سے ٹکر نہ ہوتی۔ لیکن رکے ہوئے ہیں۔ کیوں رکے ہوئے ہیں؟ اس لئے کہ علت موجود ہے۔ اگرچہ حکمت نظر نہیں آرہی۔ معلوم ہوا کہ حکم کا دارومدار علت پر ہوتا ہے نہ کہ حکمت پر۔

اگرچہ وسیع تر تناظر میں دیکھا جائے تو سڑک سنسان ہونے کے باوجود سرخ روشنی پر رکنے میں حکمت بھی ہے۔ وہ حکمت یہ ہے کہ اگر ہر ایک کو اختیار دے دیا جائے کہ تم خود فیصلہ کرو کہ تصادم کا امکان ہے یا نہیں؟ اگر تصادم کا امکان ہے تو رک جاؤ، اگر نہیں تو چل پڑو، اگر یہی اختیار ہر ایک کو دیدیا جائے تو انارکی (Anarchy) پھیل جائے، فوضویت ہوجائے گی، کیونکہ ہر شخص اس اختیار کو اپنی سمجھ کے مطابق استعمال کرے گا اور اس کے نتیجے میں وہ خرابی جس کے لئے سرخ بتی لگائی گئی تھی ختم ہوجائے گی۔ تو اس جزئیے میں اگرچہ حکمت نظر نہیں آرہی، لیکن اس علت پر حکم کو دائر کرنے میں حکمت ہے۔ یہ ایک حسی مثال ہے جس سے بات اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہے کہ شریعت میں بھی احکام کا دارومدار علت پر ہوتا ہے۔۔

علت کے معنی

علت کے معنی ہیں وہ وصف یا علامت جس پر کسی حکم کو شریعت نے دائر کیا ہو۔

حکم کا مدار علت پر ہونے کی شرعی مثالیں

شریعت کی مثالیں دیتے ہوئے پہلی مثال میں وہی دونگا جو شروع میں دی تھی۔

پہلی مثال

نماز میں قصر، اس کی علت کیا ہے؟ سفر۔ سفر کو علت قرار دیا۔ اور حکمت کیا ہے؟ مشقت سے بچانا۔ اب حکم کا دارومدار کس چیز پر ہے؟ سفر پر، جب بھی سفر ہوگا، قصر ہوگا، چاہے اس خاص سفر میں مشقت نہ ہو رہی ہو۔ جیسے جہاز میں جا رہے ہیں، فرسٹ کلاس میں سفر ہے، ہوٹلوں میں قیام ہے، تو یہاں بظاہر کوئی مشقت نہیں ہے، تو حکمت نہیں پائی جا رہی، بلکہ بسا اوقات مجھ جیسا آدمی یہاں زیادہ مصروف رہتا ہے اور یہاں رہتے ہوئے اس کے لئے نماز کے تمام لوازم کو پورا کرنا زیادہ مشکل ہوتا ہے۔ اور جب میں سفر میں جاتا ہوں اور کسی کو سفر کی اطلاع نہ ہو، تو اس صورت میں اتنا وقت ہوتا ہے کہ آدمی نفلیں بھی پڑھے اور جو چاہے کرے۔ تو وہ مشقت اس خاص جزیئے میں مفقود ہے، لیکن اس کی وجہ سے حکم میں فرق نہیں آیا، کیوں کہ سفر پایا گیا، اسی طرح تمام احکام شرعیہ کا معاملہ ہے۔

دوسری مثال

شراب کی حکمت قرآن کریم میں بیان فرمائی:

﴿إِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِاللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ﴾

(۱) ترجمہ: شیطان یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمہارے آپس میں دشمنی اور بغض واقع کردے اور تمہیں اللہ کی یاد سے اور نماز سے روک دے۔

آج کہنے والا یہ کہہ سکتا ہے کہ اب جام سے عداوت اور بغض پیدا نہیں ہوتا، بلکہ دوستی پیدا ہوتی ہے۔ اور انگریزی میں اس کے محاورے مشہور ہیں، جام صحت تجویز کیا جاتا ہے، جام ٹکرائے جاتے ہیں، اس سے کیا ہوتا ہے؟ دوستی پیدا ہوتی ہے، تو اگر کوئی کہے کہ یہاں عداوت اور بغض نہیں پایا جارہا، لہٰذا حکم ختم ہوگیا، یہ بات تسلیم نہیں، اس لئے کہ یہ حکمت ہے، علت نہیں۔ علت کیا ہے؟

حرمت خمر کی علت سکر نہیں خمریت ہے

اس کی اصل علت وہ نہیں جو منطق کی کتابوں میں ہمیں ملتی ہے یعنی سکر۔ حرمت خمر کی علت سکر نہیں ہے، اگر سکر علت ہوتی تو قدر غیر مسکر حرام نہ ہوتا، کیوں کہ سکر نہیں پایا جارہا اور آج بیشتر شراب کے عادی لوگوں کو صحیح معنوں میں سکر ہوتا ہی نہیں، تو حقیقت میں یہ سکر علت نہیں ہے بلکہ حرمت خمر کی علت خمریت ہے، خمر کا خمر ہونا، یہ بذات خود علت ہے، جہاں خمریت پائی جائے گی وہاں حرمت

آجائیگی۔ تو اصل علت ہے جو پائی جارہی ہے۔ اگرچہ جو حکمت بیان فرمائی گئی تھی (عداوت وبغض کا پیدا ہونا) وہ نہیں پائی جارہی۔ کتنے فقیر، درویش اور جھوٹے صوفی نشہ کرکے کہتے ہیں کہ ہمیں تو اللہ یاد آتا ہے۔ تو اس حکمت کے مفقود ہونے سے حکم ختم نہیں ہوگا۔

علت اور حکمت میں فرق

اس حقیقت کو ذرا اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ علت ہمیشہ ایسی چیز ہوتی ہے کہ جس کے وجود و عدم میں کوئی اختلاف نہ ہو، کوئی دو رائے نہ ہوں، اس کا وجود و عدم آدمی بالکل واضح طریقے پر متعین کرسکے، وہ مجمل مبہم قسم کی چیز نہیں ہوتی کہ اس میں کوئی کہے کہ ہو رہا ہے کوئی کہے کہ نہیں ہو رہا، وہ ہمیشہ دوٹوک چیز ہوتی ہے جس کا وجود و عدم واضح طور پر متعین کیا جاسکے کہ یہ خمر ہے کہ نہیں، ایک واضح بات ہے، یہ سفر ہے کہ نہیں، ایک واضح بات ہے۔ بخلاف حکمتوں کہ وہ دوٹوک نہیں ہوتیں کیوں کہ ان کا کوئی پیمانہ نہیں ہوتا، اس میں متعین کرنا مشکل ہوتا ہے جیسے سفر کے لئے مشقت، اب اس مشقت کے لئے کوئی پیمانہ ہے جو یہ بتادے کہ بھائی اتنی مشقت ہے اس میں قصر ہوگی، اس میں نہیں ہوگی، اب بظاہر آپ بس میں یہاں سے شہر جائیں تو اس میں بعض اوقات مشقت زیادہ ہوتی ہے بنسبت جہاز میں لاہور چلے جانے کے، کہ اس میں اتنی مشقت نہیں ہے کہ جو مبیح قصر یا موجب قصر ہو۔ یہ مشقت ایک ایسی مجمل چیز ہے کہ کوئی کہتا ہے کہ مجھے ہوئی، کوئی کہتا ہے کہ نہیں ہوئی۔ اس کو اگر حکم کا دارومدار بنادیا جائے تو انارکی (Anarchy) پھیل جائیگی۔ اسی طرح سکر (نشہ) کا معاملہ ہے کوئی کہتا ہے مجھے سکر ہوا، کوئی کہتا ہے کہ مجھے سکر نہیں ہوا۔

تیسری مثال

اسی طرح ربوا کے بارے میں یہ فرمایا گیا:

﴿ وَإِن تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ ﴾ (۱)

ترجمہ: اگر تم توبہ کرلو تو تمہارے لئے اصل مال ہیں نہ تم ظلم کروگے نہ تم پر ظلم کیا جائیگا۔

سود میں ظلم سے بچانا علت نہیں حکمت ہے

یہ ربوا کی حکمت ہے کہ نہ تم دوسرے پر ظلم کرو اور نہ کوئی تم پر ظلم کرے، لوگوں نے اسے علت بنا دیا، چوں کہ ان کے خیال کے مطابق آج بینکنگ کے سود میں یہ ظلم نہیں پایا جاتا، لہذا یہ حلال ہے۔، حالاں کہ یہ علت نہیں تھی، بلکہ حکمت تھی۔ اب یہ ظلم ایک ایسی چیز ہے کہ جس کا کوئی پیمانہ نہیں،

اگر عقل کے اوپر دارومدار رکھنا تھا تو پھر وحی کے آنے کی کیا ضرورت تھی۔ ہر ایک شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ اس معاملہ (Transection) میں ظلم ہے، اس میں نہیں ہے، اس معاملے کے اندر زیادتی ہو رہی ہے، اس میں نہیں۔ اس میں انسان کی آرا مختلف ہو سکتی ہیں اور اس کا کوئی جچا تلا، کوئی دوٹوک پیمانہ مقرر نہیں کیا جا سکتا۔ لہذا اس میں علت بننے کی صلاحیت ہی نہیں۔ علت ہمیشہ دوٹوک چیز ہوا کرتی ہے اور وہ ہے ربوا، اور ربوا کہتے ہیں (الزیادۃ المشروطۃ فی القرض) (ایسی زیادتی جو قرض میں مشروط ہو)۔ جب بھی زیادتی پائی جائے گی تو وہ ربوا ہوگا، اور جب ربوا ہوگا تو حرام ہوگا۔

یہ بہت اہم نکتہ ہے علت اور حکمت کے فرق کو سمجھنے کے لئے اور یہ سمجھنا کہ دارومدار احکام کا علت پر ہوتا ہے نہ کہ حکمت پر، یہ نکتہ اگر سمجھ میں آ جائے تو نہ جانے کتنی گمراہیوں کا سدّ باب ہو جائے۔

اجتہاد کے سلسلے میں پائی جانے والی غلط فہمیوں کی وجوہات

خلاصہ آج کی گفتگو کا یہ نکلا کہ اجتہاد کے جو نعرے لگائے جاتے ہیں اس میں وہ غلط فہمیاں جو خاص طور سے جدید تعلیم یافتہ لوگوں میں پائی جاتی ہیں اس کی تین وجوہات ہیں:

۱: ایک یہ کہ وہ اجتہاد کو یہ سمجھتے ہیں کہ نصوص کے مقابلے میں کوئی سہولت حاصل کریں، اور دوسرا یہ کہ اجتہاد اسی کو سمجھتے ہیں کہ کوئی سہولت حاصل ہو اور اگر کوئی مشقت حاصل ہو یا کوئی ایسا تغیر ہو جس سے پہلے کوئی چیز جائز تھی اب ناجائز ہو جائے اس کو یہ سمجھتے ہیں کہ اجتہاد ہوا ہی نہیں۔

۲: دوسری بات یہ ہے کہ اجتہاد کا دروازہ بند ہونے کا صحیح مفہوم ذہن میں واضح نہیں ہوا، اس کی وجہ سے غلط فہمیاں پیدا ہو گئیں۔

۳: تیسری بات یہ کہ تغیر زمانہ کی وجہ سے جو اجتہاد کے دعوے کئے جاتے ہیں تو اس میں حکمت اور علت کے فرق کو نہیں سمجھا جاتا، اس کی وجہ سے یہ خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔

یہ تین باتیں اگر ذہن نشین رہیں تو ان شاء اللہ اجتہاد کے راستے سے جو گمراہیاں آ رہی ہیں، ان کا معقول، مدلل اور واضح جواب دیا جا سکتا ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

☆☆☆

مولانا محمد حنیف خالد

جامعہ دار العلوم کراچی کی طرف سے
متاثرین کی شاندار خدمات

دار العلوم کراچی کے رئیس الجامعہ حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم کو اللہ تعالیٰ نے ایسا دردمند دل عطا فرمایا ہے کہ آپ کسی بھی علاقے کے مسلمانوں پر آنے والے مصائب کا سنتے ہیں تو بہت زیادہ بے چین اور ان کی ممکنہ دادرسی کیلئے بے حد فکرمند ہو جاتے ہیں۔ رمضان المبارک ۱۴۲۶ھ (اکتوبر ۲۰۰۵ء) میں جب پاکستان کی تاریخ کا سب سے بڑا زلزلہ آیا تھا تو اس وقت بھی آپ بالکل تڑپ کر رہ گئے تھے اور آپ نے اپنی پیرانہ سالی اور متنوع مصروفیات کے باوجود دن رات ایک کر کے متاثرین زلزلہ کیلئے اپنے احباب و متعلقین کے تعاون سے تقریباً ایک کروڑ روپے سے زیادہ مالیت کا تعاون فرمایا تھا۔ اور پھر وفاق المدارس کے وفد میں شریک ہو کر بنفس نفیس متاثرہ علاقوں کا دورہ فرمایا تھا اور وہاں کے پریشان حال لوگوں کے دکھ درد میں براہ راست شریک ہو کر ان کی مقدور بھر دادرسی فرمائی تھی۔ اس کے بعد بھی الائی کے مختلف علاقوں میں بیس سے زیادہ مساجد کی تعمیرِ نو کیلئے بھرپور مالی تعاون فرمایا تھا۔ بلوچستان کے مختلف علاقوں میں جب سیلاب کی وجہ سے تباہی مچی تو اس وقت بھی رئیس الجامعہ دار العلوم کراچی نے ان کی خاطر خواہ مالی امداد کے علاوہ ان کیلئے خصوصی دعاؤں کا اہتمام بھی فرمایا تھا۔ پھر گذشتہ سال بلوچستان کے مختلف علاقوں میں تباہ کن زلزلہ آیا تو اس وقت بھی آپ اور وفاق المدارس کے دیگر حضرات وہاں تشریف لے گئے تھے اور حضرت مفتی صاحب موصوف نے تقریباً پندرہ لاکھ روپے کی خطیر رقم متاثرین میں تقسیم فرمائی تھی۔

حال ہی میں جب مالاکنڈ ڈویژن میں آپریشن شروع ہوا اور وہاں کے عوام بے سروسامانی کی حالت میں نقل مکانی پر مجبور ہوئے تو ان کی پریشان کن صورتحال کو سنتے ہی حضرت مفتی صاحب مدظلہم سخت فکرمند ہو گئے اور جامعہ دار العلوم کراچی کے اساتذہ کے اجلاس میں اس کا بڑے درد کے ساتھ ذکر فرمایا اور سب کو ان کے ساتھ ممکنہ حد تک تعاون کی ترغیب دی اور حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب مدظلہم کو متاثرہ لوگوں کی خبرگیری کیلئے فوری طور پر سفر کرنے کا ارشاد فرمایا۔

چنانچہ حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب، جناب عابد صدیق صاحب اور راقم الحروف نے پشاور،

مردان کے آس پاس آنے والے متاثرین کے حالات کا جائزہ لیا۔ اور ان کی خاطر تخت بھائی ضلع مردان کے ہائی اسکول میں جامعہ دارالعلوم کراچی کی طرف سے ایک امدادی کیمپ قائم کیا۔ پھر چند دنوں کے بعد ۲۸ رجمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ (۲۴ مئی ۲۰۰۹ء) اتوار کے روز رئیس الجامعہ دارالعلوم کراچی کی ہدایت پر وہاں کا دوسرا سفر ہوا۔ اس میں جامعہ کے عظیم استاد اور البلاغ کے مدیر مسئول حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب مدظلہم کی پر کیف معیت کا شرف بھی حاصل ہوا۔ اور کراچی کے کئی اصحابِ خیر بھی شریکِ سفر تھے۔

کراچی سے پشاور پہنچنے کے بعد پشاور، مردان، صوابی، بٹ خیلہ کے مختلف کیمپوں میں جاکر متاثرین کے حالات سے آگاہی حاصل کی گئی، کیمپوں کے منتظمین سے مل کر کیمپوں کی ضروریات کا اندازہ لگایا گیا، جامعہ دارالعلوم کراچی کے متعدد فضلاء بھی آپریشن سے متاثر ہوئے ہیں اور کسمپرسی کے عالم میں پشاور اور مردان میں کرائے کے مکانوں میں اپنے اہل وعیال کے ساتھ وقت پاس کررہے ہیں۔ بعض فضلاء بڑی جانفشانی کے ساتھ کیمپوں میں متاثرین کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔ جامعہ دارالعلوم کراچی کے ایسے فضلاء باقاعدہ کوشش کرکے تلاش کئے گئے۔ ان کے ذریعہ دیگر بہت سے متاثرین کا پتہ چلایا گیا جو معروف کیمپوں کے بجائے مختلف گھروں میں یا اسکولوں میں پناہ لئے ہوئے ہیں۔ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب مدظلہم نے ان فضلاء کی اپنی ضروریات اور دوسرے متاثرین کے اخراجات کیلئے اچھی خاصی رقم تقسیم فرمائی۔ اور حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب مدظلہم نے جامعہ دارالعلوم کراچی کی طرف سے ان فضلاء اور دوسرے پریشان حال لوگوں میں متعدد چیک تقسیم کئے۔

اس کے بعد جامعہ دارالعلوم کراچی کے استاد حدیث حضرت مولانا افتخار احمد اعظمی صاحب مدظلہم اور ان کے صاحبزادے مولانا خلیل احمد اعظمی صاحب مدظلہ (استاد جامعہ دارالعلوم کراچی) بھی بذات خود متاثرین کی امداد کیلئے پشاور اور مردان تشریف لے گئے اور مردان اور صوابی کے علاقوں میں جامعہ کے فضلاء سے ملے اور ان کے ذریعہ انفرادی طور پر متاثرین کا خاصا مالی تعاون کیا۔

جامعہ دارالعلوم کراچی کے دورۂ حدیث کے دو طالبعلم سید احمد عمر قادری اور سلمان سلیم بھی پچھلے دنوں مردان گئے تھے۔ انہوں نے مردان میں جامعہ کے ایک فاضل مولوی جاوید خان کے ذریعہ مردان کے مضافاتی علاقوں غدر اور کونگی میں ۵۰۰ سے زائد افراد میں چودہ دنوں کیلئے خوراک کا پیکج تقسیم کیا۔ مردوں، عورتوں اور بچوں میں پانچ سو نئے جوڑے تقسیم کئے۔ اس طرح انہوں نے کل تقریباً ساڑھے تین لاکھ روپے کی مالیت کا سامان متاثرین تک پہنچایا۔ اس وقت جامعہ دارالعلوم کراچی کے زیر انتظام باقاعدہ تین کیمپ کام کررہے ہیں، جن کی تفصیلات حسب ذیل ہیں:۔

(۱) ابوایوب انصاریؓ کیمپ، تخت بھائی ضلع مردان۔

الحمدللہ یہ کیمپ دینی اور دنیاوی دونوں اعتبار سے انتہائی زیادہ منظم ہے۔ یہ کیمپ ایک ہائی اسکول میں قائم ہے، اس میں تمام متاثرین کو باقاعدہ رجسٹرڈ کرکے انہیں ہر طرح کی سہولت معیاری انداز اور وافر مقدار میں فراہم کی جارہی ہے۔ کیمپ میں مردوں کی نماز باجماعت کیلئے گراؤنڈ کے وسط میں شامیانہ لگا کر عارضی مسجد بنائی گئی ہے جہاں تعلیم اور بیانات کا اہتمام بھی کیا جاتا ہے۔ جامعہ دارالعلوم کراچی کے استاد حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب اور حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب کے بیانات بھی اسی عارضی مسجد میں ہوئے تھے جن سے حاضرین نے بہت فائدہ محسوس کیا تھا۔ خواتین کیلئے ایک الگ شامیانہ لگایا گیا ہے جہاں وہ کمروں سے نکل کر کھلی فضا میں بھی بیٹھ سکتی ہیں۔ کمروں کے سامنے پردے لگائے گئے ہیں تاکہ خواتین کمرے سے باہر نکلیں تو ان پر نامحرم مردوں کی نظر نہ پڑسکے۔ ایک بڑے کمرے کے درمیان میں پردہ لگا کر اسے دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے، ایک حصے میں ڈاکٹر بیٹھتا ہے جس سے مرد علاج کرواتے ہیں اور دوسرے حصے میں لیڈی ڈاکٹر بیٹھتی ہے۔ اس سے خواتین علاج معالجے کیلئے رجوع کرتی ہیں۔ تین شعبوں پر خصوصی توجہ دی جارہی ہے۔ رہائش، خوراک اور صحت۔ جنریٹر کا انتظام بھی موجود ہے۔ آمد وخرچ کے حساب کتاب کی سہولت کیلئے کمپیوٹر کا انتظام بھی کیا گیا ہے۔ فلٹر بھی لگا ہوا ہے جس سے لوگوں کو پینے کیلئے صاف پانی ملتا ہے۔

اس کیمپ کے ذریعے آؤٹ ڈور پیکج کا انتظام بھی کیا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو متاثرین اس کیمپ میں نہیں ہیں بلکہ اس سے باہر دوسرے چھوٹے کیمپوں میں یا مختلف گھروں میں مقیم ہیں، ان تک بھی خوراک وغیرہ پہنچانے کا بندوبست کیا گیا ہے اور اب تک تین چھوٹے کیمپوں کے کل ۲۱۶ افراد تک ایک لاکھ بتیس ہزار پانچ سو پانچ روپے کا پیکج پہنچ چکا ہے۔ نیز اسی کیمپ کے ذریعے مردان کے قریب تمبولک گاؤں میں ۴۷ ۴ افراد میں غذائی اشیاء کا پیکج تقسیم کیا گیا ہے۔ پشاور میں ۱۴۳۰ افراد میں اور چارسدہ کے ایک گاؤں مندنی میں بھی ۵۲ گھرانوں میں امدادی پیکج تقسیم کیا گیا ہے۔

(۲) سعد بن معاذؓ کیمپ

یہ کیمپ مردان میں ہے، مردان میں بھی جامعہ دارالعلوم کراچی کے فضلاء الحمدللہ خاصی تعداد میں موجود ہیں۔ مذکورہ کیمپ جامعہ ہی کے فاضل مولانا سلمان حکیم صاحب چلا رہے ہیں۔ جامعہ کے تخصص فی الدعوۃ کے طلبہ بھی یہاں موجود ہیں اور ان کا تعاون کررہے ہیں۔

یہاں کل ڈیڑھ سو کے قریب افراد ہیں جن کے کھانے پینے، علاج معالجے اور دیگر ضروریات کا انتظام جامعہ دارالعلوم کراچی کی طرف سے ہورہا ہے۔ یہاں سے بھی آؤٹ ڈور پیکج تقسیم ہورہا ہے۔

مردان سے تقریباً پندرہ کلومیٹر کے فاصلے پر بالا دری کے ہسپتال میں ۲۰۹ افراد ہیں۔ انہیں بھی یہاں سے خوراک وغیرہ پہنچائی جارہی ہے۔ نیز اس آپریشن میں جو علماء متاثر ہوئے ہیں، بطور خاص ان میں بھی جامعہ دارالعلوم کراچی کی طرف سے نقد رقم تقسیم کی جارہی ہے۔

(۳) بٹ خیلہ کیمپ

یہاں بھی جامعہ دارالعلوم کراچی کے فضلاء نے ایک کیمپ قائم کیا ہوا ہے جس کا دارالعلوم کے اساتذہ نے تفصیلی دورہ کیا، جو متاثرین یہاں ٹھہرے ہوئے ہیں، حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب کا ان کے سامنے تفصیلی خطاب ہوا جس میں آپ نے انہیں صبر اور اللہ کی طرف رجوع کرنے کی تلقین فرمائی۔ یہاں تقریباً سات سو افراد کیمپوں میں اور دو ہزار سے زائد افراد گھروں میں ہیں۔ یہ علاقہ چونکہ ان علاقوں کے زیادہ قریب پڑتا ہے جہاں آپریشن ہو رہا ہے، اس لئے یہاں متاثرین کی آمد زیادہ ہوتی ہے۔ اسی لئے کیمپ کے منتظمین نے تین گاڑیوں کا انتظام کیا ہوا ہے جو متاثرین کو یہاں لے کر آتی ہیں۔ کرفیو کی وجہ سے یہاں کی مقامی آبادی بھی شدید متاثر ہے، اس لئے اس کیمپ کے ذریعہ ان کو بھی امداد دی جاتی ہے۔ ضرورت مندوں میں خوراک، علاج معالجے کا اچھا انتظام کیا گیا ہے۔ بچوں کی دینی و دنیوی تعلیم کیلئے ایک مدرسہ مصعب بن عمیرؓ بھی قائم کیا گیا ہے۔ یومیہ خرچ چالیس ہزار روپے کے قریب ہے۔ اماندرہ میں بھی ایک کیمپ انہی حضرات نے قائم کیا ہوا ہے۔ وہاں سے بھی مختلف گھروں میں مقیم متاثرین تک خوراک وغیرہ پہنچانے کا انتظام موجود ہے۔

ان تین کیمپوں کے علاوہ جامعہ دارالعلوم کراچی کے دیگر فضلاء بھی مختلف علاقوں میں متاثرین کی اچھی خدمت کر رہے ہیں۔ مثلاً تخت بھائی کے مدرسہ ابن عباسؓ کے مہتمم مولانا ابراہیم جان اور اس مدرسہ کے استاد مولانا بہار علی صاحب فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی آؤٹ ڈور پیکج کے ذریعہ متاثرین تک اشیاء خورد ونوش پہنچا رہے ہیں۔ نیز جلالہ کیمپ ان کے قریب ہے۔ وہ وہاں بھی بچوں کی دینی تعلیم کیلئے کوشش کر رہے ہیں اور ان کی کوشش سے چند اساتذہ وہاں پڑھا بھی رہے ہیں۔

دارالعلوم بڈھ بیر (پشاور) کے اساتذہ بھی متاثرین کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔ اب تک وہ ایک لاکھ پندرہ ہزار روپے کی اشیاء تقسیم کر چکے ہیں جن میں خوراک کے علاوہ پنکھے، کولر، چٹائیاں، سلنڈر اور برتن وغیرہ شامل ہیں، مزید وہاں متاثرین کا سروے اور ان کی مزید خدمت کا سلسلہ جاری ہے۔ اسماعیلہ ضلع صوابی میں مولانا عبدالاوّل صاحب کو پانچ سو خاندانوں کیلئے آٹھ لاکھ روپے کا پیکج بھیجا گیا ہے۔

مولائے کریم رئیس الجامعہ حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم کی ان مخلصانہ مساعی

کو قبول فرمائے اور مزید توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

جو حضرات جامعہ دارالعلوم کراچی کی وساطت سے متأثرین کی مدد کرنا چاہیں، وہ درج ذیل نمبروں پر رابطہ فرما سکتے ہیں یا جامعہ کے استقبالیہ تشریف لا سکتے ہیں:

فون نمبرز:۔ (021) 5049774,-5-6
فیکس نمبر:۔ 5041923
ای میل ایڈریس:۔ jamiadarululoomkhi.edu.pk

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم
شیخ الحدیث جامعہ دارالعلوم کراچی

کے گرانقدر اور زندگی کا نچوڑ اہم موضوعات کیسٹوں کی شکل میں

- ☆ درس بخاری شریف (مکمل) — 300 کیسٹوں میں
- ☆ کتاب البیوع درس بخاری شریف عصر حاضر کے جدید مسائل (معاملات) پر سیر حاصل بحث
- ☆ **اصول افتاء للعلماء والمتخصصین** — 6 کیسٹوں میں
- ☆ دورۂ اقتصادیات — 20 کیسٹوں میں
- ☆ دورۂ اسلامی بینکاری — 5 کیسٹوں میں
- ☆ دورۂ اسلامی سیاست — 15 کیسٹوں میں
- ☆ تقریب تکملہ فتح الملہم — 1 عدد
- ☆ علماء اور دینی مدارس (بموقع ختم بخاری 1415ھ) — 1 عدد
- ☆ جہاد اور تبلیغ کا دائرہ کار
- ☆ افتتاح بخاری شریف کے موقع پر تقریر دل پذیر
- ☆ زائرین حرمین کے لئے ہدایات
- ☆ زکوۃ کی فضیلت واہمیت
- ☆ والدین کے ساتھ حسن سلوک — 3 کیسٹوں میں
- ☆ امت مسلمہ کی بیداری
- ☆ جوش وغضب، حرص طعام، حسد، کینہ اور بغض، دنیائے مذموم، فاستبقوا الخیرات، عشق عقلی وعشق طبعی، حب جاہ وغیرہ اصلاحی بیانات اور ہر سال کا ماہ رمضان المبارک کا بیان۔
- ☆ اصلاحی بیانات۔ بمقام جامعہ دارالعلوم کراچی، تسلسل نمبر 1 تا 300 کیسٹوں میں 1430ھ تک۔

صدر جامعہ دار العلوم کراچی کا

ڈاکٹر سرفراز نعیمی رحمۃ اللہ علیہ

کی وفات پر تعزیتی خط

عزیز محترم جناب مولانا ڈاکٹر محمد راغب حسین نعیمی صاحب۔ حفظہ اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کے والد ماجد جناب مولانا ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت پر دل کی جو کیفیت ہے وہ قابلِ بیان نہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ یہ المناک سانحہ جس دن پیش آیا، اُسی دن میں نے اہتمام کرکے ٹی وی چینلوں پر اپنے غم اور دلی دکھ کا بیان جاری کیا تھا، اور اس ظالمانہ کاروائی کی پُرزور مذمت کی تھی، پھر اسی دن شام کو ایک اور اہم پروگرام میں اپنے ان جذبات غم کا اظہار کیا، جو بار بار نشر ہوتا رہا۔

لیکن مجھے آپ کے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے جو دیرینہ تعلق تھا، میں اس کا تقاضا یہ سمجھتا تھا کہ آپ کے یہاں خود آکر بھی تعزیت کروں، لیکن حالات اور علالت سدراہ بن گئی، اب بھی صاحب فراش ہوں، اس لئے بذریعہ خط ہی اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔

ہمارے اور آپ کے بزرگوں کے درمیان مخلصانہ تعلقات کافی قدیم ہیں، محترم جناب مولانا ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، اور میں اسلامی نظریاتی کونسل میں بحیثیت رکن کے عرصۂ دراز تک ساتھ کام کرتے رہے ہیں۔ اسی طرح آپ کے دادا حضرت مولانا مفتی محمد حسین صاحب نعیمی رحمۃ اللہ علیہ، اور میرے برادر عزیز شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب اسلامی نظریاتی کونسل میں ساتھ مل کر برسوں کام کرتے رہے، اور اسی زمانے میں آپ کے دادا جان رحمۃ اللہ علیہ نے تقریباً ایک ہفتہ دارالعلوم کراچی میں ہماری میزبانی قبول فرما کر قیام فرمایا، دونوں وقت ہم کھانا ساتھ کھاتے، اور مختلف علمی اور ملی مسائل پر تبادلہ خیال ہوتا تھا، پانچوں نمازیں بھی ساتھ پڑھتے تھے، میں نے ان میں مسلکی تعصب کا شائبہ دور دور تک نہیں پایا، اور سچی بات یہ ہے کہ اسی زمانے سے میرے قلب میں آپ کے دادا جان رحمۃ اللہ علیہ اور آپ سب حضرات کی محبت دل میں جاگزیں ہے، پھر ایک مرتبہ حج میں غالباً آپ کے تایا جان اور آپ کی دادی صاحبہ، اور ناچیز اور ناچیز کی اہلیہ ساتھ تھے، خاص طور سے شب مزدلفہ میں تو بہت ہی قریبی رفاقت رہی۔

ملکی اور ملی معاملات میں جامعہ دارالعلوم کراچی کی، اور ہم خدام جامعہ کی مسلسل یہ کوشش رہتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ اتحاد و اتفاق کے ساتھ علماء کرام کا مؤقف امت کے سامنے آئے، اس سلسلے میں بھی آپ کے والد ماجد اور دادا جان رحمۃ اللہ علیہما سے رابطوں کا سلسلہ جاری رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کی کامل مغفرت فرمائے، درجات عالیہ سے نوازے، اور ان کے تمام پسماندگان کو صبر جمیل اور فلاح دارین عطا فرمائے، مجھے امید ہے کہ ان شاء اللہ۔ آپ اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ان روابط کو برقرار رکھیں گے۔

میری طرف سے محترمہ والدہ صاحبہ اور تمام اہلِ خانہ کو تعزیت کے ساتھ سلام پہنچا دیجئے۔ والسلام

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

"عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَرَأَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ " اِتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ" قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْ اَنَّ قَطْرَةً مِنَ الزَّقُّوْمِ قَطَرَتْ فِيْ دَارِ الدُّنْيَا لَاَفْسَدَتْ عَلٰی اَهْلِ الْاَرْضِ مَعَايِشَهُمْ فَكَيْفَ بِمَنْ يَكُوْنُ طَعَامُهٗ" (مُسْلِم)

*

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی "اِتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ" (اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے، اور فیصلہ کر لو کہ ہرگز نہ مروگے، مگر اس حال میں کہ تم مسلم (اللہ کے فرمانبردار بندے) ہوگے) (اور اللہ سے اور اس کے عذاب سے ڈرنے کے سلسلے میں) آپ نے بیان فرمایا کہ "زقوم" (جس کے متعلق قرآن کریم میں ہے کہ وہ جہنم میں پیدا ہونیوالا ایک درخت ہے، اور وہ دوزخیوں کی خوراک بنے گا) اگر اس کا ایک قطرہ اس دنیا میں ٹپک جائے تو زمین پر بسنے والوں کے سارے سامانِ زندگی کو خراب کردے، بس کیا گذریگی اس شخص پر، جس کا کھانا ہی زقوم ہوگا" (مُسلِم)

*

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

ماہِ رجب چند غلط فہمیوں کا ازالہ

الحمدُللّٰہ و کفی وَسَلام علی عباده الذین اصطفی. أما بعد

ماہِ رجب کے بارے میں لوگوں کے درمیان طرح طرح کی غلط فہمیاں پھیل گئی ہیں ان کی حقیقت سمجھ لینے کی ضرورت ہے۔

رجب کا چاند دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل

اس پورے مہینے کے بارے میں جو بات صحیح سند کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے وہ یہ ہے کہ جب آپ رجب کا چاند دیکھتے تھے تو چاند دیکھ کر آپ یہ دعا فرمایا کرتے تھے کہ:

اَللّٰهُمَّ بَارِکْ لَنَا فِی رَجَبَ وَشَعْبَانَ وَبَلِّغْنَا رَمَضَانَ

اے اللہ! ہمارے لئے رجب اور شعبان کے مہینے میں برکت عطا فرمائیے اور ہمیں رمضان تک پہنچا دیجئے۔

یعنی ہماری عمر اتنی کر دیجئے کہ ہم اپنی زندگی میں رمضان کو پالیں، گویا کہ پہلے سے رمضان المبارک کی آمد کا اشتیاق ہوتا تھا، یہ دعا آپ سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے، اس لئے یہ دعا کرنا سنت ہے اور اگر کسی نے شروع رجب میں یہ دعا نہ کی ہو تو وہ اب یہ دعا کر لے۔ اس کے علاوہ اور چیزیں عام لوگوں میں مشہور ہو گئی ہیں، ان کی شریعت میں کوئی اصل اور بنیاد نہیں۔

شب معراج کی فضیلت ثابت نہیں

مثلاً ۲۷/رجب کی شب کے بارے میں یہ مشہور ہو گیا ہے کہ یہ شب معراج ہے اور اس شب کو بھی اسی طرح گزارنا چاہئے جس طرح شب قدر گزاری جاتی ہے اور جو فضیلت شب قدر کی ہے، کم و بیش شب معراج کی بھی وہی فضیلت سمجھی جاتی ہے۔ بلکہ میں نے تو ایک جگہ یہ لکھا ہوا دیکھا کہ ''شب معراج کی فضیلت شب قدر سے بھی زیادہ ہے'' اور پھر اس رات میں لوگوں نے نمازوں کے بھی خاص خاص طریقے مشہور کر دیئے کہ اس رات میں اتنی رکعتیں پڑھی جائیں اور ہر رکعت میں فلاں فلاں خاص

سورتیں پڑھی جائیں۔ خدا جانے کیا کیا تفصیلات اس نماز کے بارے میں لوگوں میں مشہور ہوگئیں۔ خوب سمجھ لیجئے یہ سب بے اصل باتیں ہیں، شریعت میں ان کی کوئی اصل اور کوئی بنیاد نہیں۔

شب معراج کی تعیین میں اختلاف

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ ۲۷/رجب کے بارے میں یقینی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ یہ وہی رات ہے جس میں نبی کریم ﷺ معراج پر تشریف لے گئے تھے، کیونکہ اس باب میں مختلف روایتیں ہیں، بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ربیع الاوّل میں تشریف لے گئے تھے۔ بعض روایتوں میں رجب کا ذکر ہے۔ بعض روایتوں میں کوئی اور مہینہ بیان کیا گیا ہے اس لئے پورے یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ کونسی رات صحیح معنی میں معراج کی رات تھی جس میں آنحضرت ﷺ معراج پر تشریف لے گئے۔

واقعہ معراج کی تاریخ کیوں محفوظ نہیں

اس سے آپ خود اندازہ کرلیں کہ اگر شب معراج بھی شب قدر کی طرح کوئی مخصوص رات ہوتی اور اس کے بارے میں کوئی خاص احکام ہوتے جس طرح شب قدر کے بارے میں ہیں تو اس کی تاریخ اور مہینہ محفوظ رکھنے کا اہتمام کیا جاتا۔ لیکن چونکہ اس تاریخ کو محفوظ رکھنے کا اہتمام نہیں کیا گیا تو اب یقینی طور سے ۲۷/رجب کو شب معراج قرار دینا درست نہیں۔

وہ رات عظیم الشان تھی

اور اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کرلیا جائے کہ آپ ﷺ ۲۷/رجب کو ہی معراج کیلئے تشریف لے گئے تھے جس میں یہ عظیم الشان واقعہ پیش آیا اور جس میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو یہ مقام قرب عطا فرمایا اور اپنی بارگاہ میں حاضری کا شرف بخشا اور امت کیلئے نمازوں کا تحفہ بھیجا۔ بے شک وہ رات بڑی عظیم الشان تھی۔ کسی مسلمان کو اس کی عظمت میں کیا شبہ ہوسکتا ہے۔

آپ ﷺ کی زندگی میں ۱۸/مرتبہ شب معراج کی تاریخ آئی لیکن

لیکن یہ واقعہ معراج ۵ھ نبوی میں پیش آیا۔ یعنی حضور ﷺ کے نبی بننے کے پانچویں سال یہ شب معراج پیش آئی جس کا مطلب یہ ہے کہ اس واقعہ کے بعد ۱۸ سال تک آپ دنیا میں تشریف فرما رہے لیکن ان اٹھارہ سال کے دوران یہ کہیں ثابت نہیں کہ آپ ﷺ نے شب معراج کے بارے میں کوئی خاص حکم دیا ہو یا اس کو منانے کا اہتمام فرمایا ہو۔ یا اس کے بارے میں یہ فرمایا ہو کہ اس رات میں شب قدر کی طرح جاگنا زیادہ اجر وثواب کا باعث ہے نہ تو آپ کا ایسا کوئی ارشاد ثابت

ہے اور نہ آپ کے زمانے میں اس رات میں جاگنے کا اہتمام ثابت ہے نہ خود حضور ﷺ اور نہ صحابہ کرام کو اس کی تاکید کی اور نہ صحابہ کرام نے اپنے طور پر اس کا اہتمام فرمایا۔

اس کے برابر کوئی احمق نہیں

پھر سرکار دو عالم ﷺ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد سو سال تک صحابہ کرام دنیا میں موجود رہے۔ اس پوری صدی میں کوئی ایک واقعہ ایسا ثابت نہیں ہے جس میں صحابہ کرام نے اس ۲۷رجب کو خاص اہتمام کر کے منایا ہو۔ جو چیز حضور اقدس ﷺ نے نہیں کی اور جو آپ ﷺ کے صحابہ کرام نے نہیں کی۔ اس کو دین کا حصہ قرار دینا یا اس کو سنت قرار دینا یا اس کے ساتھ سنت جیسا معاملہ کرنا بدعت ہے اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں (معاذ اللہ) حضور ﷺ سے زیادہ جانتا ہوں کہ کونسی رات زیادہ فضیلت کی ہوتی ہے یا کوئی شخص یہ کہے کہ صحابہ کرام سے زیادہ مجھے عبادت کا ذوق ہے اگر صحابہ کرام نے یہ عمل نہیں کیا تو میں اس کو کروں گا تو اس کے برابر کوئی احمق نہیں۔

بنیے سے سیانا سو باؤلا

ہمارے والد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ اردو میں ایک مثل اور کہاوت ہے جو ہندوستان کے اندر مشہور تھی اب تو لوگ اس کے معنی بھی نہیں سمجھتے، وہ یہ کہ:

''بنیے سے سیانا سو باؤلا''

یعنی جو شخص یہ کہے کہ میں تجارت میں بنیے سے زیادہ ہوشیار ہوں میں اس سے زیادہ تجارت کے گُر جانتا ہوں تو حقیقت میں وہ شخص باؤلا یعنی پاگل ہے اس لئے کہ بنیے سے زیادہ تجارت کے گُر جاننے والا اور کوئی نہیں ہے یہ تو عام ضرب المثل کی بات تھی۔

صحابہ کرام سے زیادہ دین کو جاننے والا کون؟

لیکن جہاں تک دین کا تعلق ہے تو حقیقت یہ ہے کہ صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین، دین کو سب سے زیادہ جاننے والے، دین کو خوب سمجھنے والے دین پر مکمل طور پر عمل کرنے والے تھے۔ اب کوئی شخص یہ کہے کہ میں ان سے زیادہ عبادت گزار ہوں تو حقیقت میں وہ شخص پاگل ہے وہ دین کی فہم نہیں رکھتا۔

اس رات میں عبادت کا اہتمام بدعت ہے

لہٰذا اس رات میں عبادت کے لئے خاص اہتمام کرنا بدعت ہے، یوں تو ہر رات میں اللہ تعالیٰ

جس عبادت کی توفیق دے وہ بہتر ہی بہتر ہے، آج کی رات بھی جاگ لیں۔ کل کی رات جاگ لیں۔ اسی طرح پھر ستائیسویں رات کو جاگ لیں دونوں میں کوئی فرق اور کوئی نمایاں امتیاز نہیں ہونا چاہئے۔

۲۷ رجب کا روزہ ثابت نہیں

اس طرح ستائیس رجب کا روزہ ہے بعض لوگ ستائیس رجب کے روزے کو فضیلت والا روزہ سمجھتے ہیں جیسے کہ عاشورہ اور عرفہ کا روزہ فضیلت والا ہے۔ اس طرح ستائیس رجب کے روزے کو بھی فضیلت والا روزہ خیال کیا جاتا ہے۔ بات یہ ہے کہ ایک یا دو ضعیف روایتیں تو اس کے بارے میں ہیں۔ لیکن صحیح سند سے کوئی روایت ثابت نہیں۔

رات میں جاگ کر کونسی برائی کرلی؟

اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ بعض لوگ جو یہ خیال کرتے ہیں کہ اگر ہم نے اس رات میں جاگ کر عبادت کرلی اور دن میں روزہ رکھ لیا۔ تو کونسا گناہ کرلیا؟ کیا ہم نے چوری کرلی؟ یا شراب پی لی؟ یا ڈاکہ ڈالا؟ ہم نے رات میں عبادت ہی تو کی ہے اور اگر دن میں روزہ رکھ لیا تو کیا خرابی کا کام کیا؟

دین ''اِتباع'' کا نام ہے

تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے یہ بتلا دیا کہ خرابی یہ ہوئی کہ اس دن کے اندر روزہ رکھنا اللہ تعالیٰ نے نہیں بتایا اور خود ساختہ اہتمام التزام ہی اصل خرابی ہے میں یہ کئی بار عرض کر چکا ہوں کہ سارے دین کا خلاصہ ''اتباع'' ہے کہ ہمارا حکم مانو، نہ روزہ رکھنے میں کچھ رکھا ہے نہ افطار کرنے میں کچھ رکھا ہے نہ نماز پڑھنے میں کچھ رکھا ہے جب ہم کہیں کہ نماز پڑھو تو نماز پڑھنا عبادت ہے اور جب ہم کہیں نماز نہ پڑھو تو نماز نہ پڑھنا عبادت ہے، اور جب ہم کہیں کہ روزہ رکھو تو روزہ رکھنا عبادت ہے اور جب ہم کہیں روزہ نہ رکھو تو روزہ نہ رکھنا عبادت ہے اگر اس وقت روزہ رکھو گے تو یہ دین کے خلاف ہوگا تو دین کا سارا کھیل اتباع میں ہے اگر اللہ تعالیٰ یہ حقیقت دل میں اتار دے تو ساری بدعتوں کی خودساختہ التزامات کی جڑ کٹ جائے گی۔

کونڈوں کی حقیقت

شب معراج کی پھر بھی کچھ اصل ہے کہ اس رات میں حضور اقدس ﷺ اتنے اعلیٰ مقام پر تشریف لے گئے لیکن اس سے بھی زیادہ آج کل معاشرے میں فرض و واجب کے درجے میں جو چیز پھیل گئی ہے وہ کونڈے ہیں اگر آج کسی نے کونڈے نہیں کئے تو وہ مسلمان ہی نہیں۔ نماز پڑھے یا نہ پڑھے۔ روزے رکھے یا نہ رکھے، گناہوں سے بچے یا نہ بچے، لیکن کونڈے ضرور کرے اور اگر کوئی شخص نہ کرے یا کرنے والوں کو منع کرے تو اس پر لعنت اور ملامت کی جاتی ہے۔ خدا جانے یہ

کونڈے کہاں سے نکل آئے اور قرآن و حدیث میں، صحابۂ کرام سے، تابعین سے یا تبع تابعین اور یا بزرگانِ دین سے، کہیں اس کی کوئی اصل ثابت نہیں اور اس کو اتنا ضروری سمجھا جاتا ہے کہ گھر میں دین کا کوئی دوسرا کام ہو یا نہ ہو، لیکن کونڈے ضرور ہوں، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں ذرا مزہ اور لذت آتی ہے اور ہماری قوم لذت اور مزہ کی خوگر ہے کوئی میلہ ٹھیلہ ہونا چاہئے اور کوئی حظِ نفس کا سامان ہونا چاہئے اور ہوتا یہ ہے کہ جناب! پوریاں پک رہی ہیں حلوہ پک رہا ہے اور ادھر سے اُدھر جا رہی ہیں اور اُدھر سے ادھر آ رہی ہیں اور ایک میلہ ہو رہا ہے تو چونکہ یہ بڑا مزے کا کام ہے اس واسطے شیطان نے اس میں مشغول کر دیا کہ نماز پڑھو یا نہ پڑھو۔ وہ کوئی ضروری نہیں۔ مگر یہ کام ضرور ہونا چاہئے۔

یہ اُمت خرافات میں کھو گئی

بھائی! ان چیزوں نے ہماری امت کو خرافات میں مبتلا کر دیا ہے ؎

حقیقت روایات میں کھو گئی
یہ اُمت خرافات میں کھو گئی

کہ اس قسم کی چیزوں کو لازمی سمجھ لیا گیا اور حقیقی چیزیں پس پشت ڈال دی گئی، اس کے بارے میں رفتہ رفتہ اپنے بھائیوں کو سمجھانے کی ضرورت ہے اس لئے کہ بہت سے لوگ صرف ناواقفیت کی وجہ سے کرتے ہیں ان کے دلوں میں کوئی عناد نہیں ہوتا۔ لیکن دین سے واقف نہیں، ان بیچاروں کو اس کے بارے میں پتہ نہیں ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ جس طرح عیدالاضحیٰ کے موقع پر قربانی ہوتی ہے اور گوشت اِدھر سے اُدھر جاتا ہے تو یہ بھی قربانی کی طرح کوئی ضروری چیز ہوگی اور قرآن وحدیث میں اس کا بھی کوئی ثبوت ہوگا۔ اس لئے ایسے لوگوں کو محبت پیار اور شفقت سے سمجھایا جائے اور ایسی تقریبات میں خود شریک ہونے سے پرہیز کیا جائے۔

خلاصہ

بہر حال! خلاصہ یہ ہے کہ رجب کا مہینہ رمضان کا مقدمہ ہے۔ اس لئے رمضان کیلئے پہلے سے اپنے آپ کو تیار کرنے کی ضرورت ہے اس لئے حضور اقدس ﷺ تین مہینے پہلے سے دعا بھی فرما رہے ہیں اور لوگوں کو توجہ دلا رہے ہیں کہ اب اس مبارک مہینے کیلئے اپنے آپ کو تیار کر لو اور اپنا نظام الاوقات ایسا بنانے کی فکر کرو کہ جب یہ مبارک مہینہ آئے تو اس کا زیادہ سے زیادہ وقت اللہ کی عبادت میں صرف ہو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس کی فہم عطا فرمائے اور صحیح طور پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

فقہ المعاملات کی خصوصیات ﴿انعام الباری جلد ۶، ۷﴾

از: شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم العالی

معاملات کے میدان میں دین سے دوری کی وجہ

معاملات کے میدان میں دین سے دوری کی وجہ یہ تھی کہ چند سو سالوں سے مسلمانوں پر غیر ملکی اور غیر مسلم سیاسی اقتدار مسلط رہا اور اس غیر مسلم سیاسی اقتدار نے مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ اس بات کی تو اجازت دی کہ وہ اپنے عقائد پر قائم رہیں اور مسجدوں میں عبادات انجام دیتے رہیں، اپنی انفرادی زندگی میں عبادات کا اہتمام کریں لیکن زندگی میں تجارت (Business) و معیشت (Economy) کے جو عام کام ہیں وہ سارے کے سارے ان کے اپنے قوانین کے تحت چلائے گئے اور دین کے معاملات کے احکام کو زندگی سے خارج کر دیا گیا، چنانچہ مسجد و مدرسہ میں تو دین کا تذکرہ ہے لیکن بازاروں میں، حکومت کے ایوانوں میں اور انصاف کی عدالتوں میں دین کا ذکر اور اس کی کوئی فکر نہیں ہے۔

یہ سلسلہ اس وقت سے شروع ہوا جب سے مسلمانوں کا سیاسی اقتدار ختم ہوا اور غیر مسلموں نے اقتدار پر قبضہ کیا۔ چونکہ اسلام کے جو معاملات سے متعلق احکام ہیں وہ عمل میں نہیں آرہے تھے اور ان کا عملی چلن دنیا میں نہیں رہا اس لئے لوگوں کے دلوں میں ان کی اہمیت گھٹ گئی اور ان پر بحث و مباحثہ اور ان کے اندر تحقیق و استنباط کا میدان بھی بہت محدود ہو کر رہ گیا۔ لیکن اس وقت اللہ ﷻ کے فضل و کرم سے سارے عالم میں ایک شعور پیدا ہو رہا ہے اور وہ شعور یہ ہے کہ جس طرح ہم اپنی عبادتیں شریعت کے مطابق انجام دینا چاہتے ہیں اسی طرح اپنے معاملات کو بھی شریعت کے سانچے میں ڈھالیں، یہ قدرت کی طرف سے ایک شعور ہے جو ساری دنیا کے مسلمانوں میں رفتہ رفتہ پیدا ہونا شروع ہوا ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ بعض ایسے لوگ جن کی ظاہری شکل و صورت اور ظاہری وضع قطع کو دیکھ کر دور دور تک یہ گمان بھی نہیں ہوتا تھا کہ یہ متدین ہوں گے لیکن اللہ ﷻ نے ان کے دل میں حرام مال کی نفرت اور حلال مال کی طرف رغبت پیدا فرما دی۔

اب وہ اس فکر میں ہیں کہ کسی طرح ہمارے معاملات شریعت کے مطابق ہو جائیں وہ اس تلاش میں ہیں کہ کوئی ہماری رہنمائی کرے، لیکن اس میدان میں رہنمائی کرنے والے کم ہو گئے۔ ان کے مزاج و مزاق کو سمجھ کر ان کے معاملات اور اصطلاحات کو سمجھ کر جواب دینے والے بہت کم ہو گئے اس وقت ضرورت تو بہت بڑی ہے لیکن اس ضرورت کو پورا کرنے والے افراد بہت کم ہیں۔

اس لئے میں عرصہ دراز سے اس فکر میں ہوں کہ دینی مدارس کے تعلیمی نصاب میں "فقہ المعاملات" کو خصوصی اہمیت دی جائے، یہ بہت ہی اہمیت والا باب ہے اس لئے خیال یہ ہے کہ "کتاب البیوع" سے متعلقہ جو مسائل سامنے آئیں انہیں ذرا تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا جائے تا کہ کم از کم ان سے واقفیت ہو جائے۔ بہر حال انعام الباری جلد ۶، ۷ انہی اہم ابحاث پر مشتمل ہے۔

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب سکھروی

ستّر کے عدد والی احادیث

(آخری قسط نمبر ۹)

سات بیماریوں کیلئے شفاء

۷۳......وعن أم قیس قالت: قال رسول اللّٰہ ﷺ: علی ماتدغرن أولاد کن بھذا العلاق علیکن بھذا العود الھندی فإن فیہ سبعة أشفیة منھا ذات الجنب یسعط من العذرۃ ویلد من ذات الجنب متفق علیہ. (کتاب الطب والرقی ص:۳۸۷)

ترجمہ:۔ حضرت ام قیس رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا تم اپنے بچوں کے حلق کا علاج اس طرح دبا کر کیوں کرتی ہو بلکہ تمہیں ان کا علاج عودِ ہندی یعنی کوٹ کے ذریعے کرنا چاہئے کیونکہ عودِ ہندی سات بیماریوں کی شفاء ہے جن میں ایک ذات الجنب ہے عذرہ کی صورت میں سَعُوط کیا جائے (یعنی عذرہ بیماری کو دور کرنے کے لئے عودِ ہندی کو پانی میں گھول کر ناک میں ٹپکایا جائے) اور ذات الجنب کی صورت میں لدود کیا جائے (یعنی ذات الجنب کی بیماری کو دور کرنے کیلئے عودِ ہندی کو پانی میں گھول کر باچھ کی طرف سے منہ میں ٹپکایا جائے)۔

تشریح:۔ ''غدرہ'' ایک حلق کی بیماری ہے جو شیر خوار بچوں کو ہو جایا کرتی ہے اس کا سبب خون کا ہیجان ہوتا ہے جب بچوں کو یہ بیماری ہوتی ہے تو عورتیں ان کے حلق میں انگلی ڈال کر ورم کو دباتی ہیں اور کوے کو اوپر اٹھا دیتی ہیں جس سے بچے کو بہت زیادہ تکلیف ہوتی ہے اس حدیث میں حضرت نبی کریم ﷺ نے اس طریقۂ علاج کے بارے میں لبطور انکار فرمایا کہ تم اپنے بچوں کے حلق کو انگلی سے کیوں دباتی ہو، یعنی اس طریقۂ علاج سے اجتناب کرو۔

''ذات الجنب'' ایک بیماری ہے اس کی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ سینے میں ورم ہو جاتا ہے اور یہ اگرچہ عضلات میں پیدا ہوتا ہے مگر پھر باطن سے ظاہر میں آجاتا ہے اور یہ صورت خطرناک ہے اس

کا شمار مہلک امراض میں ہوتا ہے، اس کی دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ ریاح غلیظہ کے رک جانے کی وجہ سے پہلو میں ایک درد ہوتا ہے یہاں حدیث میں جس ذات الجنب کا ذکر ہے اس سے مراد یہی دوسری صورت ہے کیونکہ ''عودِ ہندی'' ریاحی امراض کی دوا ہے۔

آنحضرت ﷺ نے اس ارشاد گرامی میں سات بیماریوں کو ذکر فرمایا لیکن نام صرف دو بیماریوں کا لیا باقی پانچ کے بارے میں سکوت فرمایا کیونکہ اس موقع پر ان پانچوں کی وضاحت کی کوئی ضرورت نہیں تھی اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ پانچ بیماریاں ایسی ہوں جو عرب میں ہی مشہور ہوں گی اور ان کے بارے میں لوگ خود جانتے ہوں گے اور چونکہ ان دو بیماریوں کے بارے میں لوگوں کا علم محدود ہوگا اس لئے آپ ﷺ نے صرف دو بیماریوں کا نام لیا، لیکن اس حدیث میں ''سات بیماریوں'' کے ذکر سے یہ لازم نہیں آتا کہ ''قسط'' صرف انہی سات بیماریوں میں کام آنے والی ہے سات سے زیادہ کسی اور بیماری کیلئے فائدہ مند نہیں ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس دوا کا فائدہ بہت وسیع ہے اور بہت سی بیماریوں میں استعمال کی جاتی ہے جن میں سے کچھ بیماریاں وہ ہیں جن کو پہلے بیان کیا جاچکا ہے ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ سات بیماریوں کیلئے یہ بہت فائدہ مند ہوگی اس لئے یہاں ذکر کیا گیا۔ (مظاہر حق)

سات عجوہ کھجوروں سے جادو اور زہر کا علاج

۷۴......عن سعد قال: سمعت رسول اللّٰہ یقول: من تصبح بسبع تمرات عجوۃ لم یضرہ ذلک الیوم سم ولا سحر. (کتاب الاطعمۃ ص:۳۶۴)

ترجمہ:۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص صبح کے وقت (کوئی اور چیز کھانے سے پہلے) سات عجوہ کھجوریں کھائے گا اس کو اُس دن کوئی زہر اور جادو نقصان نہیں پہنچائے گا۔

تشریح:۔ ''عجوہ'' مدینہ منورہ کی کھجوروں میں سے ایک قسم ہے جو صیحانی سے بڑی اور سیاہی مائل ہوتی ہے یہ قسم مدینہ منورہ کی کھجوروں میں سب سے عمدہ اور اعلیٰ ہے، کہا جاتا ہے کہ اس کھجور کا اصل درخت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لگایا تھا۔ (مظاہر حق)

سات عجوہ کھجوروں سے دل کی بیماری کا علاج

۷۵......عن سعد قال: مرضت مرضا أتانی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم

يعودني فوضع يده بين ثديي حتى وجدت بردها على فؤادي وقال: إنك رجل مفؤود ائت الحارث بن كلدة أخا ثقيف فإنه رجل يتطبب فليأخذ سبع تمرات من عجوة المدينة فليجأهن بنواتهن ثم ليلدك بهن۔ رواه أبوداود (كتاب الاطعمة ص.٣٦٦)

ترجمہ:۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) میں بہت سخت بیمار ہوا (تو) حضرت نبی کریم ﷺ عیادت کی غرض سے میرے پاس تشریف لائے، آپ نے (اس وقت) میری دونوں چھاتیوں کے درمیان (یعنی میرے سینہ پر) اپنا دست مبارک رکھا جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے دل پر محسوس کی پھر آپ نے فرمایا کہ تم ایک ایسے شخص ہو جو دل کے درد میں مبتلا ہے (یعنی تم قلب کے مریض ہو) لہٰذا تم حارث بن کلدہ کے پاس جاؤ جو قبیلۂ ثقیف سے تعلق رکھتا ہے کیونکہ وہ شخص طب (علاج و معالجہ کرنا) جانتا ہے اس کو چاہئے کہ وہ مدینہ کی (سب سے اعلیٰ قسم کی کھجور) عجوہ میں سے سات کھجوریں لے پھر ان کو گٹھلیوں سمیت کوٹ لے اور اس کے بعد ان کو دوا (کی صورت میں) تمہارے منہ میں ڈالے۔

سات مہینوں میں تین عظیم واقعات کی پیشن گوئی

٧٦......عن معاذ بن جبل قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الملحمة العظمى وفتح القسطنطنية وخروج الدجال في سبعة أشهر۔ (رواه الترمذي وأبو داود (كتاب الفتن ص:٤٦٧)

ترجمہ:۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ''جنگ عظیم کا واقع ہونا، قسطنطنیہ کا فتح ہونا اور دجال کا نکلنا، یہ سب سات ماہ کے اندر ہوگا''۔

تشریح:۔ ''جنگِ عظیم'' سے مراد بعض حضرات کے نزدیک وہ جنگ ہے جس کے بارے میں پہلے فرمایا جا چکا ہے کہ لڑائی کے خاتمہ پر جب لوگ اپنے عزیز و اقارب کے جانی نقصان کا جائزہ لیں گے تو معلوم ہوگا کہ سو میں سے ایک آدمی زندہ بچا اور باقی وفات پا گئے مگر زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ اس جنگ سے مراد اس شہر کی فتح ہے جس کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ وہ اسمائے الٰہی کی برکت یعنی تہلیل و تکبیر کے نعرہ کے ذریعہ فتح ہو جائے گا اور کشت و خون کی نوبت تک نہیں آئے گی۔

مذکورہ بالا تینوں چیزوں کے واقع ہونے کے متعلق جو سات مہینے کی مدت ذکر فرمائی گئی ہے وہ ان دونوں شہروں اور فتنہ دجال کی طرف مسلمانوں کے متوجہ ہونے کے اعتبار سے فرمائی گئی ہے، ورنہ جہاں تک ان دونوں شہروں کے فتح ہونے کا اعتبار ہے تو مذکورہ جنگ عظیم اور فتح قسطنطنیہ کا وقوع پذیر ہونا یکے بعد دیگرے بغیر کسی تاخیر کے ہوگا اور ان دونوں کے بعد دجال ظاہر ہو جائے گا۔ (مظاہر حق)

ایک گائے یا اونٹ کی قربانی میں سات آدمی شریک ہوسکتے ہیں

۷۷......وعن جابر أن النبی ﷺ قال: البقرة عن سبعة والجزور عن سبعة رواه مسلم وأبو داود واللفظ له (باب فی الاضحیة ص:۱۲۷)

ترجمہ:۔حضرت جابر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا (قربانی کیلئے) ایک گائے اور ایک اونٹ سات آدمیوں کی طرف سے کافی ہے۔

سات باتوں کا حکم

۷۸......وعن أبی ذر قال: أمرنی خلیلی بسبع: أمرنی بحب المساکین والدنو منهم وأمرنی أن أنظر إلی من هو دونی ولا أنظر إلی من هو فوقی وأمرنی أن أصل الرحم وإن أدبرتْ وأمرنی أن لا أسأل أحدا شیئا وأمرنی أن أقول بالحق وإن کان مراوأمرنی أن لا أخاف فی اللّٰه لومة لائم وأمرنی أن أکثر من قول لا حول ولا قوة إلا باللّٰه فإنهن من کنز تحت العرش. (رواه أحمد (کتاب الرقاق ص:۴۴۹)

ترجمہ:۔حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے خلیل (نبی کریم ﷺ) نے مجھ کو سات باتوں کا حکم دیا ہے چنانچہ آپ نے ایک حکم یہ دیا کہ میں فقراء ومساکین سے محبت کروں اور ان سے قربت رکھوں، دوسرا حکم یہ کہ اس شخص کی طرف دیکھوں جو (دنیاوی اعتبار سے) مجھ سے کمتر درجہ کا ہے اور اس شخص کی طرف نہ دیکھوں جو (جاہ و مال اور منصب میں) مجھ سے بالاتر ہے، تیسرا حکم یہ دیا کہ میں قرابت داروں سے رشتے داری کو قائم رکھوں اگرچہ کوئی (قرابت دار) رشتہ داری کو منقطع کرے، چوتھا حکم یہ دیا کہ میں کسی شخص سے کوئی چیز نہ مانگوں، پانچواں حکم یہ دیا کہ میں (ہر حالت میں) حق بات کہوں

اگر چہ وہ (سننے والے کو) کڑوی معلوم ہو، چھٹا حکم یہ دیا کہ میں خدا کے دین کے معاملہ میں اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے سلسلے میں ملامت کرنے والوں کی کسی ملامت سے نہ ڈروں اور ساتواں حکم یہ دیا کہ میں کثرت کے ساتھ "لاحول ولا قوۃ إلا باللّٰہ" کا ورد رکھوں پھر آپ نے فرمایا کہ) یہ ساتوں باتیں اور عادتیں اس خزانہ کی ہیں جو عرشِ الٰہی کے نیچے ہے (اور جس سے فیوض و برکات نازل ہوتے ہیں)۔

تشریح:۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ لا حول ولا قوۃ إلا باللّٰہ جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے، ان الفاظ کو جنت کا خزانہ کس اعتبار سے فرمایا گیا ہے؟ اس سلسلے میں ایک قول یہ ہے کہ جس طرح خزانہ عام لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ ہوتا ہے اسی طرح یہ الفاظ اپنی حقیقت اور نفاست و پاکیزگی کے اعتبار سے لوگوں کی نظروں سے محفوظ ہیں۔ حضرت مسعود رضی اللہ عنہ ایک روایت میں بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ کلمہ لا حول ولا قوۃ إلا باللّٰہ پڑھا تو حضور ﷺ نے پوچھا کہ کیا تم ان الفاظ کا حقیقی مفہوم بھی جانتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی بہتر جان سکتے ہیں، تب آپ نے فرمایا (ان الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ) اللہ کی نافرمانی اور گناہوں سے پھرنا اور بچنا صرف اللہ تعالیٰ کی مدد پر منحصر ہے اور اللہ کی طاعت وعبادات پر قادر ہونا صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کی جانے والی قدرت و طاقت پر منحصر ہے۔ مشائخ نے ان الفاظ کے ورد کی بہت وصیت کی ہے اور فرمایا ہے کہ توفیقِ عمل کی راہ میں اس سے زیادہ معین و مددگار اور کوئی چیز نہیں ہے۔ (ماخوذ از مظاہر حق)

سات برس تک حضرت مہدیؑ زمین پر برسرِ اقتدار رہیں گے

۷۹......وعن أبی سعید الخدری قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ: المھدی منی أجلی الجبھة وأقنی الأنف یملأ الأرض قسطا وعدلا کما ملئت ظلما وجورا یملک سبع سنین. رواہ أبوداود (باب اشراط الساعة ص: ۴۷۰)

ترجمہ:۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا مہدی میری اولاد میں سے ہوں گے، روشن و کشادہ پیشانی اور اونچی ناک والے ہوں گے وہ روئے زمین کو انصاف اور عدل سے بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم وستم سے بھری تھی وہ سات برس تک روئے زمین پر برسرِ اقتدار رہیں گے۔

ہر نبی کے سات خاص آدمی ہوتے ہیں

۸۰......عن علی رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ: إن لکل نبی سبعة نجباء رقباء. وأعطیت أنا أربعة عشرة قلنا: من ھم قال: أنا وابنای وجعفر وحمزة وأبوبکر وعمر و مصعب بن عمیر وبلال وسلمان وعمار وعبداللہ بن مسعود وأبو ذر والمقداد. رواہ الترمذی (باب جامع المناقب ص:۵۸۰)

ترجمہ:۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہر نبی کو سات نہایت مخصوص و برگزیدہ ترین لوگ اور اس کی ہر حالت کی نگہبانی وحفاظت کرنے والے عطا کئے جاتے ہیں لیکن مجھ کو ایسے چودہ (یعنی دوچند) عطا کئے گئے (راوی کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہمارے سامنے آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا تو) ہم نے ان سے پوچھا کہ وہ چودہ کون کون ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ایک تو میں ہوں اور میرے دونوں بیٹے (حسنؓ و حسینؓ)، جعفرؓ بن ابی طالب، حمزہؓ بن عبدالمطلب، ابوبکرؓ، عمرؓ، مصعب بن عمیرؓ، بلالؓ، سلمانؓ، عمارؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، ابوذرؓ اور مقدادؓ ہیں۔

مأخذ ومصادر

مذکورہ بالا تمام احادیث مشکوٰۃ شریف اور دیگر کتب حدیث سے لی گئی ہیں اور ان کا ترجمہ وتشریح مرقات اور مظاہر حق سے کمی بیشی کے ساتھ ماخوذ ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی النبی الکریم محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

۱۰ محرم الحرام ۱۴۳۰ھ بروز جمعرات بعد نماز مغرب یہ رسالہ مکمل ہوا۔ فللہ الحمد اولا وآخرا دائما ابدا

عبدالرؤف سکھروی غفراللہ لہ

☆☆☆

قارئین البلاغ کی خدمت میں

البلاغ کا حلقہ قارئین اس حقیقت سے بے خبر نہیں ہے کہ یہ پرچہ پچھلے چوالیس (۴۴) سال سے اپنی علمی و دینی حیثیت میں سرگرم عمل ہے۔ کارکنان البلاغ کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ پرچہ اپنی معنوی افادیت کے ساتھ ساتھ ظاہری حسن سے بھی آراستہ ہو، عمدہ کاغذ، معیاری کتابت وطباعت اور جاذب نظر ٹائیٹل سے ان مساعی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

البلاغ کبھی بھی کاروباری نقطہ نظر کا حامل نہیں رہا، اور بسا اوقات اپنے مصارف کے لیے مقروض بھی رہا ہے، تاہم ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ انتہائی ضرورت کے علاوہ قارئین پر زیادہ بوجھ نہ پڑے لیکن پچھلے دو سال سے ملک میں مہنگائی کا جو سیلاب آیا ہوا ہے اس نے ہر جگہ توازن کو تہہ وبالا کر کے رکھ دیا ہے۔ کاغذ اور طباعت وغیرہ میں یکا یک ہوش ربا اضافہ کسی سے مخفی نہیں ہے۔

ان مشکلات سے البلاغ بھی متاثر ہے اور اس کے بدل اشتراک میں اضافہ کرنا ناگزیر ہو گیا ہے۔ اس لیے ماہ شعبان ۱۴۳۰ھ/اگست ۲۰۰۹ء سے ماہنامہ کی شرح میں معمولی اضافہ کیا جا رہا ہے۔ اور آئندہ بدل اشتراک کی شرح حسب ذیل ہوگی۔

فی پرچہ .... 25 روپے

سالانہ زرِتعاون .... 300 روپے

سالانہ بدل اشتراک برائے بیرون ممالک

امریکہ، آسٹریلیا، افریقہ اور یورپی ممالک ....35 ڈالر

سعودی عرب، انڈیا اور متحدہ عرب امارت ....27 ڈالر

ایران، بنگلہ دیش ....25 ڈالر

قارئین البلاغ نے ماضی میں بھی مشکلات میں ہمارے ساتھ تعاون کیا ہے اور امید ہے کہ یہ اضافہ بھی انشاء اللہ بارِ خاطر نہ ہوگا۔

نوٹ:۔ وہ قارئین جو سالانہ زرتعاون جمع کرا چکے ہیں ان کا سال کے اختتام تک سابقہ سالانہ زرتعاون ہی میں رسالہ جاری رہے گا، اور کوئی اضافی رقم وصول نہیں کی جائے گی۔ لیکن دوران سال نئے شائقین اور قدیم قارئین سالانہ زرتعاون کی تجدید پر نئی شرح کے مطابق رقم روانہ فرمائیں۔

ایک اہم گذارش قارئین ''البلاغ'' سے یہ بھی ہے کہ بینک ڈرافٹ یا پے آرڈر کسی شخصی نام سے روانہ نہ فرمائیں بلکہ ماہنامہ ''البلاغ'' میزان بینک لمیٹڈ (کورنگی انڈسٹریل ایریا برانچ)۔ اکاؤنٹ نمبر: 0109-036-153 کے نام سے بنوا کر روانہ فرمائیں۔ شکریہ

ناظم ماہنامہ ''البلاغ'' اردو

جامعہ دارالعلوم (کورنگی انڈسٹریل ایریا) کراچی۔ پوسٹ کوڈ 75180

خطاب: مولانا محمد زاہد صاحب مدظلہ
ضبط وتحریر: مفتی محمد اصغر

اظہارِ رائے کی آزادی اور شخصی آزادیاں سیرت طیبہ کی روشنی میں

(قسط نمبر ۲)

حضور اقدس ﷺ جس ماحول میں مبعوث ہوئے اس میں بظاہر اس طرح کی کسی چیز کی ضرورت نہیں تھی، لیکن اس کے باوجود ہمیں خود حضور اقدس ﷺ کی تعلیمات، آپ کے اسوۂ حسنہ اور آپ کی سیرت میں اظہارِ رائے کی آزادی، بولنے اور لکھنے کی آزادی کے بنیادی اصول ملتے ہیں اور ایسی باتیں ملتی ہیں جن کے ذریعے آنحضرت ﷺ نے ان تمام معاملات کی جڑ کو پکڑا آمروں، ڈکیٹیروں اور جابروں کی دکھتی ہوئی رگوں پر ہاتھ رکھا ہے، اور آپ نے وہ تمام بنیادی اصول دے دیئے ہیں جن کے ذریعے ان تمام بیماریوں کا علاج ہوسکتا ہے جن کے خلاف نبرد آزما ہوکر مغرب موجودہ پوزیشن میں آیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ماحول اگرچہ نسبۃً آزاد ماحول تھا، لیکن حضور اقدس ﷺ کی سیرت مبارکہ اور آپ کا لایا ہوا دین صرف اس معاشرے اور ماحول کیلئے نہیں تھا بلکہ قیامت تک پوری انسانیت کیلئے تھا۔

آنحضرت ﷺ کی تعلیمات اور آپ کی عملی زندگی سے اس چیز کے بہترین نمونے ملتے ہیں کہ بلاوجہ کسی کو بولنے کی آزادی سے محروم نہ کیا جائے، بلکہ کسی بھی آزادی کو سلب نہ کیا جائے، اس سلسلے میں سب سے پہلا سوال یہ ہے کہ آزادی سلب کون کرتا ہے اور کیوں کرتا ہے؟ اگر اس کا جواب مل جائے تو مرض کی تشخیص ہوجائے گی اور اگلے مسائل خود بخود حل ہوجائیں گے، اس میں پہلی بات تو یہ ہے کہ کبھی بھی کمزور کسی طاقتور کی آزادی سلب نہیں کرتا، ہمیشہ طاقتور ہی کمزور کی آزادی سلب کیا کرتا ہے، طاقتور یہ چاہتا ہے کہ کمزور چونکہ جسمانی، ذہنی، معاشی، سیاسی، خاندانی یا کسی اور اعتبار سے کمزور ہے اس لئے یہ میری مرضی کے مطابق چلے اور ہر کام میری مرضی سے کرے، اور وہ ہمیشہ میرا ماتحت اور غلام بن کر رہے، طاقتور کو اپنی اس خواہش کی تکمیل میں سب سے بڑی رکاوٹ کمزور کا بولنا محسوس

ہوتی ہے اس لئے وہ اس کے آزادانہ اظہار کو کبھی گوارا نہیں کرسکتا۔ نبی کریم ﷺ نے ایک اچھی ریاست، اچھے معاشرے کی بنیادی خصوصیت ہی یہ بیان فرمائی ہے کہ اس میں کوئی کمزور اپنے آپ کو کمزور نہ سمجھے اور کوئی طاقتور کمزور کو اپنا غلام نہ سمجھے۔

پولیٹیکل سائنس کی آپ کوئی بھی کتاب اٹھا کر دیکھیں اس میں بنیادی طور پر ایک ہی بحث ملے گی کہ ریاست کیا ہوتی ہے، کیسے بنتی اور کیسے چلائی جاتی ہے، پولیٹیکل سائنس کا بہت بنیادی سوال یہ ہے کہ ریاست کی ضرورت ہی کیا ہے، لوگ اپنی اپنی جگہ پر آزاد ہیں اپنا اپنا کام کررہے ہیں، کرنے دو، آخر اس کی کیا ضرورت پڑی ہے کہ ریاست کی شکل میں ایک ادارہ ہو اور وہ لوگوں کی زندگی کو منظم کرے اور ان پر حکومت کرے، اس چیز کا آخر جواز کیا ہے، یہ Justification of State کا سوال علم سیاست کا ایک بنیادی سوال ہے، اور اسی سوال کا قابلِ اطمینان جواب نہ پاکر بعض مفکرین اس بات کے بھی قائل ہوئے ہیں کہ ریاست کی سرے سے ضرورت ہی نہیں ہے، خود فکرِ اسلامی میں بھی متکلمین نے ایک بہت اقلیتی نقطۂ نظر، یہ ذکر کیا ہے، جبکہ ریاست کی ضرورت کے قائلین نے اس سوال کا مختلف انداز سے جواب دینے کی کوشش کی ہے۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خلیفہ بنتے ہی جو سب سے پہلے خطبہ ارشاد فرمایا اس سے پولیٹیکل سائنس کے اس بنیادی سوال کا جواب بھی ملتا ہے اور اسلام کے نقطۂ نظر سے ریاست کے بنیادی مقصد کی بھی تعیین ہوجاتی ہے، اس خطبے میں آپ نے ایک بات یہ بھی ارشاد فرمائی "یاد رکھو! کوئی شخص کتنا ہی کمزور کیوں نہ ہو معاشرے میں اگر کوئی شخص اس پر زیادتی کرے گا، کوئی کسی کے خلاف جبر کرے گا تو ہماری ریاست کی پوری طاقت اس کمزور کے ساتھ ہوگی جب تک کہ ہم اسے اس کا حق نہ دلوادیں اور اس زیادتی کا ازالہ نہ کردیں، اسی طرح کوئی شخص کتنا ہی طاقتور کیوں نہ ہو اگر وہ کسی پر زیادتی کرتا ہے تو ہماری نظر میں وہ ضعیف ہے جب تک کہ وہ صاحب حق کو اس کا حق ادا نہ کردے، اس کا مطلب یہ ہے کہ بقول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ریاست کا مقصد وجود ہی یہ ہے کہ وہ کمزوروں کو طاقت فراہم کرے، ہر ایک کو اس کا حق ملنا چاہئے طاقتور کو تو ضرورت نہیں ہے کہ اسے کوئی اس کا حق دلوائے تو وہ خود اپنا حق لے لے گا بلکہ اپنے حق سے زائد لے لے گا، ضرورت کمزور کو ہے کہ وہ کمزوری کی وجہ سے اپنے آپ کو کمزور محسوس کرتا ہے اس کمزوری کی وجہ سے دبنا اور جھکنا اور جبر سہنا اپنی مجبوری سمجھتا ہے، ریاست کا ایک مقصد یہ ہے کہ وہ کمزور سے احساس ضعف وکمزوری اور

طاقتور سے احساس برتری کو ختم کر کے سب کو ایک صف میں لا کر کھڑا کر دے، ریاست کمزور کی پشت پر اس انداز سے کھڑی ہو کہ اسے پتا ہو کہ میں کمزور نہیں ہوں بلکہ ایک بہت بڑی طاقت میری پشت پر کھڑی ہے، اگر واقعی کوئی ریاست یہ مقصد حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتی ہے تو جبر و استبداد اور آزادیاں چھیننے کی بیماری کا ایک بہت بڑا جرثومہ ختم ہو جاتا ہے، ظاہر ہے کہ جو ریاست کسی اور کو یہ کام نہیں کرنے دیتی وہ خود کیسے کرے گی، اور اگر کرے گی بھی تو اس کا حل بھی خود صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے اسی خطبے میں ارشاد فرما دیا ہے، آپ نے فرمایا کہ اگر میں صحیح کام کروں تو میری مدد کرنا اور اگر غلطی کروں تو مجھے سیدھا کر دینا (مصنف عبدالرزاق ۳۳۶/۱۱ کتاب الجامع المعمر باب لاطاعة فی معصیة)، اس کا مطلب یہ ہوا کہ عوام کو ریاست کا محاسب ہونا چاہئے اور اس کی کارکردگی پر کڑی نظر رکھنی چاہئے۔

یہی بات نبی کریم ﷺ نے ایک حدیث مبارک میں ارشاد فرمائی ہے جو مختلف صحابہؓ نے مختلف سیاق و سباق میں آنحضرت ﷺ سے نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں وہ معاشرہ کبھی بھی پاکیزہ اور اچھا معاشرہ نہیں کہلا سکتا جس میں ایک کمزور بغیر کسی ہچکچاہٹ کے اپنا حق نہ مانگ سکے، صرف یہ نہیں کہ اس کو حق مل جائے، بلکہ اپنا حق مانگ سکتا ہو، اور بغیر کسی ہچکچاہٹ کے مانگ سکتا ہو، اپنا حق مانگنے سے پہلے اسے یہ نہ سوچنا پڑے اور اس کے ذہن میں یہ تردد نہ ہو اور یہ خیال نہ آئے کہ میں تو کمزور ہوں میں بولوں گا تو میرا معلوم نہیں کیا حشر ہوگا، اگر معاشرے میں کسی کے ذہن میں یہ احساس موجود ہو کہ میں تو کمزور ہوں مجھے میرا حق کیسے ملے گا تو اللہ تعالیٰ کی نظر میں وہ معاشرہ اچھا نہیں، گویا ایک اچھی ریاست اور اچھا معاشرہ وہ ہے جو کمزوروں کو بھی زبان دے۔

آنحضرت ﷺ کے چچازاد بھائی جناب حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ جو کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حقیقی بھائی ہیں مکی دور میں حبشہ کی طرف ہجرت کر کے چلے گئے تھے، بلکہ جب مشرکین مکہ نے ان مسلمانوں کا پیچھا کیا اور حبشہ کے بادشاہ کے پاس جا کر شکایتیں لگائیں تو بادشاہ نے صورت حال معلوم کرنے کیلئے ہجرت کر کے آنے والے صحابہؓ کو اپنے دربار میں بلوایا تو اس وقت مسلمانوں کی نمائندگی میں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے ہی بادشاہ کے سامنے گفتگو کی، بادشاہ چونکہ عیسائی تھا اس لئے آنحضرت ﷺ کی دیگر تعلیمات کے ساتھ حضرت جعفرؓ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام سے متعلق قرآنی آیات پڑھ کر سنائیں، بادشاہ کافی زیادہ متاثر بھی ہوا اور ان مہاجرین کو اپنے ہاں رہنے کی اجازت بھی دی، تقریباً سات ہجری میں حضرت جعفرؓ حبشہ

چھوڑ کر حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں پہنچے، گویا ہجرت کے چھ سال بعد، جب آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آنحضرت ﷺ ایک بہت بڑے دشمن پر فتح پا گئے اور یہودیوں کی کمر ٹوٹ گئی یہ بھی بہت بڑی خوشی تھی، لیکن حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں کہ مجھے پتا نہیں چل رہا کہ مجھے جعفر کے آنے کی خوشی زیادہ ہے یا خیبر کے فتح ہونے کی، آپ ﷺ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کا پرتپاک استقبال کیا ان کو گلے لگایا، ان سے واقعات سننے شروع کئے کہ وہاں کیا دیکھا اور کیا سنا، حضرت جعفرؓ نے ایک واقعہ بیان کیا کہ ایک دفعہ میں ایک جگہ پر کھڑا تھا کہ ایک خاتون سر پر پھلوں یا کھانے پینے کی چیزوں سے بھرا ہوا ٹوکرا رکھ کے پیدل جارہی تھی، قریب سے ایک نوجوان گھوڑے پر سوار گذرا، گھوڑا اس زمانے کی اچھی سواری تھی، اچھی سواری کا خمار اور نوجوانی کا خمار دونوں جمع ہوجائیں تو ویسے ہی مستیاں سوجھنے لگتی ہیں، جیسا کہ بعض اوقات ہم سڑکوں پر دیکھتے رہتے ہیں، یہ نوجوان بھی اس انداز سے گذرا، اور اس کی پرواہ نہیں کی کہ کوئی خاتون پیدل جارہی ہے کہ میں آرام سے گذروں بلکہ تیز رفتاری سے گذرا، اس سوار کا پاؤں اس کے ٹوکرے کو لگا جس سے وہ ٹوکرا گر گیا، بظاہر یہ ایک چھوٹی سی بات تھی اور اتنی زیادتی برداشت کرنا تو آج کل کے ہمارے ''مہذب'' معاشرے میں ویسے ہی انسان اپنی مجبوری اور معمول کی چیز سمجھتا ہے، لیکن اس خاتون نے اپنی چیزوں کو دوبارہ ٹوکرے میں ڈالا اور پیچھے سے اس نوجوان کو تکتے ہوئے کہا کہ اب تو تو گذر گیا ہے لیکن جب کل بادشاہ اپنے دربار میں بیٹھے گا اور میں اس کو بتاؤں گی کہ کل اس نے مجھ سے زیادتی کی ہے وہ تجھ سے بدلہ لے گا اور مجھے انصاف دلائے گا تو تجھے پتا چلے گا، ایک کمزور خاتون کو بھی یہ احساس ہے کہ میرے بادشاہ کے دور میں آج اس نے یہ حرکت کرلی ہے تو کل اسے یہ بھگتنا بھی پڑے گا، یہ اس بادشاہ کے نظام پر اعتماد ہے، جب یہ واقعہ آنحضرت ﷺ نے حضرت جعفر کی زبانی سنا تو آپ ﷺ پر رقت طاری ہوگئی آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور اس بادشاہ کی تعریف کرتے ہوئے آپ نے فرمایا لایقدس اللہ أمة لا یأ خذا الضعیف فیھا حقه غیر متعتع۔ کہ کسی معاشرے میں کمزور اپنا حق بغیر کسی ہچکچاہٹ اور تردد کے نہ لے سکتا ہو تو وہ معاشرہ اللہ کی نظر میں پاکیزہ نہیں ہے۔ اگر یہ بات لوگوں کو سمجھ آجائے اور یہ چیز کسی معاشرے یا معاشرے کی منظم شکل ریاست میں قائم ہوجائے کہ معاشرے اور ریاست کی اصل ذمہ داری کمزور کے پلڑے میں اپنا وزن ڈالنا ہے تو ظلم و جبر اور ناحق پابندیوں کی جڑیں ہی کٹ جائیں گی۔

خلاصہ یہ کہ نبی کریم ﷺ نے مسئلے کی جڑ کو پکڑتے ہوئے سب سے پہلے اس بات کو دیکھا ہے کہ آزادیاں سلب کون اور کیوں کرتا ہے، اس لئے کہ اصل مسئلہ آزادیاں دینے کا نہیں ہے چھیننے پر قابو پانے کا ہے، آزادیاں حاصل تو فطری اور پیدائشی طور پر انسان کو ہیں، یہ ایسے ہی ہے جیسے میڈیکل سائنس صحت سے زیادہ بیماریوں اور ان کے اسباب سے بحث کرتی ہے، اس لئے صحت تو انسان کو قدرتی طور پر حاصل ہی ہوتی ہے اصل مسئلہ صحت کا حصول نہیں بیماری سے بچاؤ یا اس کا ازالہ ہوتا ہے، اب تک کی گفتگو سے یہ بات واضح ہوئی ہے کہ آزادیاں طاقتور اپنے طاقت کے نشے میں اپنی طاقت کو استحکام بخشنے یا اسے بڑھانے کیلئے چھینا کرتا ہے، اس سبب مرض کے علاج کی ذمہ داری آنحضرت ﷺ نے ریاست پر عائد کی ہے اور اسلامی تعلیمات میں اسے ریاست کا اولین مقصد قرار دیا گیا ہے۔

اس مرض کے علاج کا دوسرا جز جو پہلے سے بھی زیادہ اہم ہے وہ اس حوالے سے معاشرے کی ذمہ داری ہے۔ اظہارِ رائے کی آزادی ہو یا کوئی بھی آزادی کوئی ظالم چھینتا ہے، کوئی طاقتور طاقت کے بل بوتے پر دوسروں کو اپنا غلام بنا رہا ہے جکڑ رہا ہے، سوچوں پر پہرے بٹھا رہا اور زبانوں پر تالے لگا رہا ہے، اور دوسروں پر ظلم کر رہا ہے، تو پورا معاشرہ اس طاقتور کے مقابلے میں کھڑا ہو جائے، اگر معاشرے میں یہ شعور اور یہ بیداری پیدا ہو جائے کہ ہم نے ظالم کی نہیں مظلوم کی سائڈ لینی ہے، ہم نے ظالم کی نہیں چلنے دینی، تو زبان بندی سمیت کوئی کسی پر ناجائز پابندیاں اور قدغنیں نہیں لگا سکے گا، لوگوں کو یہ احساس ہو کہ اس کے بغیر ہم پاکیزہ معاشرہ نہیں بن سکتے، دین اسلام میں یہ بات اتنی واضح اور نکھری ہوئی ہے کہ اتنی وضاحت و نکھار کے ساتھ آپ کو مغربی مفکرین کیا کسی کے ہاں بھی نہیں ملے گی، اس لئے میں نے شروع میں عرض کیا تھا کہ یہ احساس ایک دھوکہ اور بلاوجہ مرعوبیت ہے کہ اسلام اور سیرت طیبہ علی صاحبہا الصلوۃ والتسلیم میں ریاستی جبر، مطلق العنانی اور ناجائز شکنجوں کے خلاف اس کی طرح کی آواز ہمیں نظر نہیں آتی جیسی مغرب کی آخری دور کی تاریخ میں ملتی ہے۔

ایک مسلمان کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ برائیوں کی روک تھام اور نیکیوں کے فروغ کیلئے کام کرے، جسے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کہا جاتا ہے، لیکن تمام برائیوں کے بارے میں اگر قرآنی آیات اور احادیث کو دیکھیں تو اس میں زیادہ سے زیادہ لفظ ''نہی عن المنکر'' کے ہیں جس کے معنی ہیں برائی سے روکنا، یا اس سے مضبوط لفظ تغییر کے ہیں، لیکن جہاں ظلم کی بات ہے، جہاں کسی پر ظلم ہو رہا ہے، وہاں یہ انداز نہیں بلکہ اس سے زیادہ زوردار الفاظ ہیں وہاں نبی کریم ﷺ کے الفاظ بھی

بدلے ہوئے ہیں اور لب و لہجہ بھی، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا لتأ خذن علی یدی الظالم ولتأطرنه علی الحق أطراً، ظالم کا ہاتھ پکڑلو اور اس کو موڑ کر حق پر لے آؤ، شریعت کے اندر ہر حکم استطاعت کے بقدر ہوتا ہے، عام اصول یہی ہے، اور تغییرِ منکر کے بارے میں آپ نے استطاعت کی شرط کو ذکر بھی فرمایا، لیکن یہاں ظالم کا ہاتھ پکڑنے کے بارے میں غالبًا زورِ کلام کو برقرار رکھنے کیلئے آنحضرت ﷺ نے اس طرح شرطیں نہیں لگائیں بلکہ فرمایا کہ تمہاری ذمہ داری ہے کہ تم ظالم کا ہاتھ پکڑلو اور زبردستی اس کو حق و انصاف پر لے آؤ، ظالم سے درخواستیں کرنا یہ ایک مسلمان معاشرے کا کام نہیں ہے، جو معیار حضور اقدس ﷺ دیکھنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ اس کا ہاتھ پکڑ کر، گھسیٹ کر، موڑ کر صحیح جگہ پر لے آؤ اس کو بدل دو، عربی گرامر کے لحاظ سے الفاظ بڑے زوردار ہیں، جس کا مطلب صرف یہ نہیں کہ یہ کام کرو بلکہ مطلب یہ بنتا ہے کہ تمہیں یہ کام کرنا پڑے گا، ورنہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا اللہ جل جلالہ ان سب پر، پورے معاشرے پر عذاب مسلط کر دیتے ہیں یہ بھی ذہن میں رہے کہ اسے موڑنے کا سب سے بڑا ہتھیار صحیح بات کہتے رہنا ہے، اس لئے ظالم کو سب سے زیادہ چڑ بھی اسی ہتھیار سے ہوتی ہے، وہ چاہتا ہے کہ بس میرے بارے میں کوئی بولے نہیں، جب ہمیں ہر حال میں صحیح بات کا کہنے کا حکم دیا گیا ہے، قولوا وقولا سدیدا (الأحزاب: ۷۰) ہمیں کہا گیا ہے کہ صحیح بات کرو اگرچہ کڑوی ہی ہو، ہمیں بتایا گیا ہے کہ جابر حکمران کے سامنے حق اور انصاف کی بات کہنا سب سے افضل جہاد ہے، اس لئے حق کی بات کہنے کا سلسلہ چلتا رہے، کہنا اور کہتے رہنا بہت بڑی طاقت ہے، حضور اقدس ﷺ نے اِن لصاحب الحق مقالا کے مختصر سے جملے میں پوری ایک دنیا سمودی ہے۔

جب ظالم و جابر کو پتا ہوگا کہ میرا واسطہ اس نوعیت کے معاشرے سے ہے تو پھر کون جبر کرے گا، کون شکنجے کسے گا، ظالم و جابر اور طاقتور کی طاقت ایک زہر ہے، اور اس زہر کا تریاق یہ ہے کہ معاشرے میں اپنی ذمہ داری کا شعور ہو، وہ معاشرہ بیدار ہو اور اس کو پورا احساس ہو۔

میں نے پہلے حضور اقدس ﷺ کی جو حدیث ذکر کی کہ کوئی قوم اس وقت تک پاکیزہ نہیں بن سکتی جب تک اس میں ایک کمزور بھی بغیر کسی ہچکچاہٹ کے اپنا حق نہ لے سکے اس میں آنحضرت ﷺ نے ''امۃ'' کا لفظ بولا ہے حکومت یا سلطنت کا نہیں ''امۃ'' کے لفظ سے اگرچہ ریاست کی ذمہ داری بھی سمجھ میں آرہی ہے کہ اس لئے کہ ریاست معاشرے، قوم یا ''امۃ'' کی منظم اور نمائندہ شکل ہے، لیکن بنیادی طور پر سے اس لفظ سے قوم اور معاشرے کی ذمہ داری سمجھ میں آرہی ہے۔۔(جاری ہے)

عورتوں کو نصیحت
ابن عمرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت
فرماتے ہیں کہ آپ نے (ایک بار) فرمایا اے عورتوں کی جماعت تم
(خاص طور پر) صدقہ دیا کرو اور زیادہ استغفار کیا کرو۔ کیونکہ دوزخیوں
میں زیادہ تعداد میں نے عورتوں کی دیکھی ہے، ان میں ایک ہوشیار عورت بولی یارسول اللہ
ہم نے کیا قصور کیا ہے کہ ہم دوزخ میں زیادہ جائیں گی؟ آپ نے فرمایا۔ تمہیں (باہم
گفت گو میں) لعنت کرنے کی زیادہ عادت ہوتی ہے۔ اور تم اپنے شوہر کی بھی بہت
ناشکری کرتی ہو۔
میں نے تم جیسا دین و عقل میں ناقص ہو کر بھی ایک دانشمند شخص پر غالب
آجانے والا کسی کو نہیں دیکھا۔
بخاری و مسلم
ترجمان السنۃ
البرکہ اسلامک بینک بی ایس سی (ای سی)
مزید تفصیلات کیلئے ہماری مختلف شہروں کی برانچوں سے رابطہ کیجئے
لاہور، فیصل آباد، کراچی، اسلام آباد، راولپنڈی، حیدرآباد، ایبٹ آباد
میر پور (آزاد کشمیر)، گوجرانوالہ، ملتان
یو اے این نمبر: 111-SHARIA[742-742]

محمد حسان اشرف عثمانی

آپ کا سوال

قارئین سے درخواست ہے کہ صرف ایسے علمی، ادبی اور معاشرتی سوالات ارسال کئے جائیں جو عام دلچسپی رکھتے ہوں اور جن کا ہماری زندگی سے تعلق ہو، مشہور اور اختلافی مسائل سے پرہیز کیجئے۔ (ادارہ)

سوال:۔ جب جماعت کھڑی ہوجاتی ہے تو بہت سے لوگ مسجد میں دوڑتے ہوئے جماعت میں شامل ہوتے ہیں تاکہ ان کو رکعت مل جائے اس طرح مسجد میں دوڑنا کیسا ہے؟ (فضل الرحمٰن۔ ڈیرہ اسماعیل خان)

جواب:۔ حدیث میں اس سے منع فرمایا گیا ہے۔ لہٰذا اس سے بچنا چاہئے خواہ رکعت نہ ملے۔

سوال:۔ قرآن شریف کو چومنا جائز ہے یا نہیں؟ (بیگم نوازش علی۔ کراچی)

جواب:۔ جائز ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ایسا کرنا ثابت ہے۔

سوال:۔ بندہ نے ایک مکان خریدا ہے جس پر بینک کا قرضہ ہے اور میرے پاس مندرجہ ذیل رقم موجود ہے، براہ مہربانی میں زکوٰۃ کی ادائیگی کس طرح کروں؟

نقد اٹھارہ ہزار ڈالر، گولڈ دو ہزار ڈالر۔ اور مکان کا قرضہ پچانوے ہزار ڈالر ہے۔
(خواجہ حسین۔ کینیڈا)

جواب:۔ صورت مسئولہ میں جب آپ کے ذمہ مکان کا قرضہ واجب ہے، تو آپ مقروض ہیں، اور آپ اس قرضہ کو اپنے پاس قابلِ زکوٰۃ اثاثہ سے منہا کرسکتے ہیں، لہٰذا اگر قرضہ کی رقم منہا کرنے کے بعد آپ کی ملکیت میں قابلِ اثاثہ زکوٰۃ مال بقدر نصاب یعنی ساڑھے باوّن تولہ چاندی یا اس کی مالیت بچتی ہے تو آپ پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ اور اگر قرضہ کی رقم منہا کرنے کے بعد آپ کی ملکیت میں بقدر نصاب مالِ زکوٰۃ نہ بچے تو آپ پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔

سوال:۔ اکثر مساجد میں نمازوں کے بعد گداگر اپنی مختلف مجبوریاں بیان کرتے ہیں اور

پھر امداد کے طلب گار ہوتے ہیں، معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا مساجد میں اپنے لئے سوال کرنا اور نمازیوں کا سائل کی مدد کرنا کہاں تک مناسب ہے یا نامناسب ہے؟ (نصیب اللہ، چمن)

جواب:۔ مسجد میں ذاتی ضرورت کے تحت سوال کرنا اور بھیک مانگنا جائز نہیں ہے خصوصاً جب کہ ان کے سوال کرنے سے نمازیوں کو تشویش ہوتی ہو۔

سوال:۔ زید بائع پاکستان میں ہے جبکہ بکر مشتری ایران میں ہے۔ اب بکر مشتری کسی ایرانی بینک سے معاہدہ کرتا ہے کہ بینک میرے بائع کو ثمن کی رقم ادا کردیں۔ میں پانچ مہینہ کے اندر اندر بینک کو مذکورہ رقم لوٹا دوں گا بصورت تاخیر بینک مذکورہ رقم بمعہ طے شدہ اضافہ کے مجھ سے وصول کرلے۔ اب مذکورہ ایرانی بینک پاکستان کے کسی بینک سے کہتا ہے کہ بائع زید کو ثمن کی رقم ادا کردیں جسے پاکستانی بینک منظور کرتا ہے اب اگر مشتری نے ایرانی بینک میں رقم فی الفور جمع کروائی تو پاکستانی بینک بائع کو ثمن کی پوری رقم ادا کرتا ہے۔ اور اگر مشتری بکر ایرانی بینک کو رقم تاخیر سے ادا کرتا ہے تو پاکستانی بینک فی ڈالر کچھ طے شدہ رقم وضع کرکے بائع زید کو رقم کی ادائیگی کرتا ہے۔ کیا کاروبار کی یہ صورت جائز ہے یا اگر جواب نفی میں ہے تو اس کی جائز صورت کیا ہوگی؟ (عبدالشکور)

جواب:۔ مذکورہ صورت اختیار کرنا درست نہیں کیونکہ اس میں سودی معاملہ کرنا پایا جاتا ہے۔ تاہم اگر مشتری کو یہ یقین ہو کہ مذکورہ معاملہ کی مدت کے اندر اندر وہ بینک کو رقم ادا کردے گا اور کچھ بھی سود کی رقم نہ لگے گی، تو ایسی صورت میں یہ معاملہ کرنا درست ہے۔

سوال:۔ کونٹیک لینس کے ساتھ وضوء جائز ہے یا نہیں؟ سوئمنگ پول میں صفائی کیلئے جو کیمیکل ڈالا جاتا ہے اس کے بعد اُس پانی سے وضو کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (مسز نعیم، لاہور)

جواب:۔ کونٹیک لینس کے ساتھ وضو جائز ہے اس لئے کہ وضو میں آنکھ کے اندرونی حصہ کا دھونا ضروری نہیں۔ سوئمنگ پول میں صفائی کیلئے ڈالا جانے والا کیمیکل اگر پاک ہو تو اس کے پانی سے وضو کرنا جائز ہے۔

☆☆☆

مولانا محمد راحت علی ہاشمی

جامعہ دار العلوم کراچی کے شب و روز

اساتذۂ کرام کا دورۂ امدادی کیمپ

۲۸ر جمادی الثانیہ ۱۴۳۰ھ (۲۴ر جون ۲۰۰۹ء): اتوار کے روز جامعہ کے اساتذہ حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب مدظلہم، حضرت مولانا محمد اسحٰق صاحب زید مجدہم اور مولانا محمد حنیف خالد صاحب متاثرین مالاکنڈ کی امداد کیلئے دوبارہ پشاور روانہ ہوئے۔ وہاں الحمدللہ جامعہ کی طرف سے ایک امدادی کیمپ تخت بھائی (مردان) میں متاثرین کی خدمت کر رہا ہے ایک بٹ خیلہ میں ہے اب ایک اور امدادی کیمپ ''سعد بن معاذ'' کے نام سے مردان میں قائم ہوا ہے۔ اس سفر میں حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب اور حضرت مولانا محمد اسحٰق صاحب نے پشاور و مردان میں مقیم مختلف علاقوں کے عام متاثرین اور خصوصاً فضلاء جامعہ میں نقد رقم اور چیک تقسیم کئے ۳۰ر جمادی الاولیٰ (۲۸ مئی) جمعرات کے روز یہ حضرات واپس کراچی تشریف لے آئے۔

جلسۂ تقسیم انعامات

۱۰ جمادی الثانیہ ۱۴۳۰ھ (۲ر جون ۲۰۰۹ء): جمعرات کے روز جامعہ مسجد دار العلوم کراچی کے مرکزی ہال میں ششماہی امتحانات میں نمایاں حیثیت میں کامیابی حاصل کرنے والے طلبہ میں انعامات کی تقسیم کیلئے جلسہ منعقد کیا گیا، جامعہ کی سطح پر پوزیشن حاصل کرنے والے طلبہ اور پہلی بار انعام لینے والے طلبہ میں انعامات حضرت رئیس الجامعہ مدظلہم نے اپنے دست اقدس سے تقسیم فرمائے، اپنے خطاب میں حضرت والا مدظلہم نے فرمایا کہ تقسیم انعامات کیلئے جلسہ کے انعقاد کے بہت سے فوائد ہیں۔ ایک تو اس سے ان طلبہ کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے جو انعام حاصل کرتے ہیں دوسرا ان طلبہ میں بھی محنت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے جن کے نمبر کم ہوتے ہیں اور وہ انعامات کے مستحق نہیں ہوتے، تیسرا یہ کہ اس طرح جامعہ کے تمام اساتذہ و طلبہ سے ملاقات اور مخاطب ہونے کا موقع مل جاتا ہے۔ حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ ماشاء اللہ اس جلسے کے انتظامات حضرت مولانا رشید اشرف صاحب اور مولانا محمد یونس صاحب کرتے ہیں اور اس کیلئے بہت مشقت برداشت کرتے ہیں اور کبھی یہ بات زبان پر بھی نہیں لائے کہ ہم اس کیلئے کتنی محنت کرتے ہیں اس لئے ان کو بھی تو انعام ملنا چاہئے چنانچہ مولانا رشید اشرف صاحب کیلئے سات ہزار روپے اور مولانا محمد یونس صاحب کیلئے پانچ ہزار روپے انعام کا اعلان کیا جاتا ہے، حضرت والا ہی کی دعاء پر یہ جلسہ اختتام کو پہنچا۔

وفاق المدارس کی نصاب کمیٹی کا تین روزہ اجلاس

۱۵،۱۶/۱۷ جمادی الثانیہ ۱۴۳۰ھ (۹،۱۰،۱۱ جون ۲۰۰۹ء) منگل، بدھ اور جمعرات، وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی مجلس شوریٰ اور مجلس عاملہ نے ایک نصاب کمیٹی تشکیل دی ہے، اس کے سربراہ دارالعلوم کراچی کے رئیس الجامعہ حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم ہیں، مجلس شوریٰ اور مجلس عاملہ نے اس کمیٹی کے ذمہ یہ کام لگایا تھا کہ وہ دراسات دینیہ بنات کا دو سالہ نصاب وضع کرے، درس نظامی بنات چار سالہ کے نصاب میں اصلاحات تجویز کرے اور درس نظامی بنات چھ سالہ کیلئے نصاب مرتب کرے۔ چنانچہ سربراہ نصاب کمیٹی حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم کی دعوت پر ملک بھر سے نصاب کمیٹی کے ۲۲/ارکان جامعہ دارالعلوم کراچی میں تشریف لائے اور انہوں نے کئی روزہ مشاورت میں بڑی لگن اور غوروخوض کے ساتھ مذکورہ نصابوں کی ترتیب اور ان میں اصلاحات کا کام حسن وخوبی کے ساتھ انجام دیا۔ اللہ تعالیٰ ان مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے اور مذکورہ نصابوں کو طالبات کی بہترین تعلیم وتربیت کا ذریعہ بنائے۔ آمین۔

ختم قرآن پاک کی تقریب

۱۷/جمادی الثانیہ ۱۴۳۰ھ (۱۱/جون ۲۰۰۹ء): جمعرات کے روز عشاء کے بعد جامعہ دارالعلوم کراچی کے سبزہ زار میں جناب مولانا محمد یونس صاحب زیدمجدہم کے دو بیٹوں (محمد حذیفہ، محمد عکاشہ) کے ختم قرآن مجید کی ایک پروقار اور بارونق تقریب منعقد ہوئی اس میں تمام اکابر دارالعلوم اور عزیز واقارب کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔ بچوں کو آخری سورتیں حضرت مولانا محمود اشرف عثمانی صاحب مدظلہم نے پڑھائیں اور دعاء حضرت رئیس الجامعہ دامت برکاتہم نے کروائی اس کے بعد حاضرین کی خدمت میں نہایت عمدہ اور لذیذ طعام پیش کیا گیا جس سے سب حضرات خوب لطف اندوز ہوئے مولائے کریم ان بچوں کو علمی ودینی ترقیات سے نوازیں۔ آمین

اسفار

۲/جمادی الثانیہ ۱۴۳۰ھ (۲۷/مئی ۲۰۰۹ء): حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم نائب رئیس الجامعہ دارالعلوم کراچی آج کراچی سے تلہ گنگ تشریف لے گئے جہاں آپ نے مغرب کے بعد تلہ گنگ کی نوتعمیر جامع مسجد میں ایک بڑے اجتماع سے اصلاحی خطاب کیا اور ۳/جمادی الثانیہ کو تلہ گنگ سے لاہور پہنچے، اور وہاں سے عصر کے بعد گوجرانوالہ کیلئے روانہ ہوئے وہاں جامعہ نصرۃ العلوم میں مغرب کے بعد حضرت مولانا سرفراز خان صاحب صفدر رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں منعقد کئے گئے تعزیتی اجلاس سے خطاب کیا۔

جمعہ ۴/ جمادی الثانیہ کو جامعہ قاسمیہ گوجرانوالہ میں جمعہ کے اجتماع سے خطاب کیا، اور جمعہ کی نماز پڑھائی۔ عصر کے بعد روانہ ہو کر لاہور پہنچے، اور وہاں سے رات گئے واپس کراچی تشریف لے آئے۔

دعائے مغفرت

جامعہ دارالعلوم کراچی کے دفتر تعلیمات کے قدیم کارکن جناب مولانا عبدالعزیز صاحب فالج کے مرض میں مبتلا رہ کر بروز ہفتہ ۱۹ جمادی الثانیہ ۱۴۳۰ھ بعد عصر انتقال فرما گئے۔ رئیس الجامعہ حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم کی اقتداء میں ان کی نماز جنازہ ادا کی گئی اور جامعہ دارالعلوم کے جدید قبرستان میں تدفین کی گئی۔ جامعہ دارالعلوم کراچی کے استاذ محمد حنیف خالد صاحب کے والد محترم جناب عبدالحمید صاحب بھی ۲۴/ جمادی الثانیہ ۱۴۳۰ھ (۱۸/ جون ۲۰۰۹ء) جمعرات کے روز ایک ہفتے کی علالت کے بعد اللہ کو پیارے ہوگئے، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں کی بال بال مغفرت فرما کر درجات عالیہ نصیب فرمائیں اور ان کے تمام پسماندگان کو صبر جمیل فلاح دارین مرحمت فرمائیں۔ قارئین سے بھی دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

گناہوں کی سزا اور عذاب کا ڈر

"عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلٰی شَابٍّ وَھُوَ فِی الْمَوْتِ فَقَالَ کَیْفَ تَجِدُکَ قَالَ اَرْجُو اللّٰہَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَاِنِّیْ اَخَافُ ذُنُوْبِیْ فَقَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَجْتَمِعَانِ فِیْ قَلْبٍ فِیْ مِثْلِ ھٰذَا الْمَوْطِنِ اِلَّا اَعْطَاہُ اللّٰہُ مَا یَرْجُوْ مِنْہُ وَاٰمَنَہٗ مِمَّا یَخَافُ"

"حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جوان کے پاس اس کے آخری وقت میں جبکہ وہ اس دنیا سے رخصت ہو رہا تھا، تشریف لے گئے، اور آپ نے اس سے دریافت فرمایا کہ اس وقت تم اپنے آپ کو کس حال میں پاتے ہو؟ اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرا حال یہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے رحمت کی اُمید بھی رکھتا ہوں، اور اسی کے ساتھ مجھے اپنے گناہوں کی سزا اور عذاب کا ڈر بھی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا یقین کرو جس دل میں امید اور خوف کی یہ دونوں کیفیتیں ایسے عالم میں (یعنی موت کے وقت میں) جمع ہوں، تو اللہ تعالیٰ اس کو وہ ضرور عطا فرما دیں گے، جسکی اس کو اللہ کی رحمت سے امید ہے، اور اس عذاب سے اس کو ضرور محفوظ رکھیں گے جس کا اس کے دل میں خوف و ڈر ہے۔" (جامع ترمذی)

تبصرے کے لئے ہر کتاب کے دو نسخے ارسال فرمائیے

نام کتاب .... لغت القرآن

نام مؤلف .... مفتی محمد نعیم
ضخامت .... ۷ ۲۴ صفحات، عمدہ رنگین طباعت، قیمت: درج نہیں
ناشر .... مکتبۃ النور کراچی

اس کتاب میں قرآن مجید میں استعمال ہونے والے اسماء و مصادر کے لغوی معانی بیان کئے گئے ہیں، اسماء کی ترتیب یہ رکھی گئی ہے کہ پہلے لفظ لکھا گیا ہے اس کے بعد اس کے معانی درج کئے گئے ہیں، پھر یہ بتایا گیا ہے کہ یہ لفظ قرآن پاک میں کتنی مرتبہ استعمال ہوا ہے، پھر قرآن ہی سے اس کی مثال ترجمے کے ساتھ نقل کی گئی ہے۔ مصادر کی ترتیب یہ ہے کہ سب سے پہلے مصدر لکھا گیا ہے پھر اس کے معانی لکھنے کے بعد یہ بتایا گیا ہے کہ یہ لفظ قرآن حکیم میں کتنی مرتبہ آیا ہے پھر مصدر سے بننے والے قرآنی صیغے لکھے گئے ہیں پھر قرآن پاک سے مثال مع ترجمہ ذکر کی گئی ہے۔

ہماری رائے میں یہ ایک اچھا کام ہوا ہے اس کا ان قارئین کو ضرور مطالعہ کرنا چاہئے جو قرآن مجید کا لفظی ترجمہ سیکھنا چاہتے ہیں۔ .... (ابومعاذ)

نام کتاب .... مثنوی مولانا روم کے ایمان افروز واقعات

افادات .... حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہم
جمع و ترتیب و تسہیل ..... مفتی محمد نعیم
ضخامت .... ۱۹۴ صفحات، عمدہ طباعت، قیمت: درج نہیں
ناشر .... مکتبۃ النور کراچی

پیش نظر کتاب میں حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم کی تالیف ''معارف مثنوی'' کی حکایات آسان لفظوں میں بیان کی گئی ہیں، ہر مسلمان کو ان مؤثر و مفید حکایات سے مستفید ہونا چاہئے۔ .... (ابومعاذ)

سورۃ کا تعین

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں تحریر فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض نمازوں میں کچھ مصالح اور فوائد کے پیش نظر بعض خاص سورتیں پڑھنا پسند فرمائیں لیکن قطعی طور پر نہ انکا تعین کیا اور نہ دوسروں کو تاکید فرمائی کہ وہ ایسا ہی کریں۔ پس اس بارے میں اگر کوئی آپ کا اتباع کرے (اور ان نمازوں میں وہی سورتیں اکثر و بیشتر پڑھے) تو اچھا ہے اور جو ایسا نہ کرے تو اس کے لئے بھی کوئی مضائقہ نہیں اور حرج نہیں ہے۔ (معارف الحدیث)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ اور عیدین کے علاوہ دوسری تمام نمازوں میں سورت معین کر کے نہیں پڑھا کرتے تھے فرض نمازوں میں چھوٹی بڑی سورتوں میں کوئی ایسی سورت نہیں ہے جو آپ نے نہ پڑھی ہو۔

اور نوافل میں ایک ایک رکعت میں دو سورتیں بھی آپ پڑھ لیتے تھے لیکن فرض میں نہیں۔ معمولاً آپ کی پہلی رکعت دوسری رکعت سے بڑی ہوا کرتی تھی۔ قرأت ختم کرنے کے بعد ذرا دم لیتے پھر تکبیر کہتے اور رکوع میں چلے جاتے۔

(زاد المعاد)